JAN
2024

ماہنامہ

پیام عرفات

رائے بریلی

خطرہ کی بات

''بڑے خطرہ کی بات ہے کہ ملک کے قانون کی بنیاد جن اصولوں پر رکھی گئی تھی آج ان اصولوں کو پامال کیے جانے کی کوششیں ہو رہی ہیں اور اندر سے ملک کی بنیادیں کھوکھلی کی جا رہی ہیں۔ یہ انتہائی فکر کی بات ہے کہ آج ملک کا قانون خطرہ میں ہے۔ وہ قانون جس نے ملک کو جمہوری قرار دیا، آج یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ خاص طبقہ کی اس پر اجارہ داری قائم کی جائے، وہ قانون جس میں اس ملک میں رہنے والے مختلف مذاہب کے لوگوں اور مختلف ذاتوں کو جو حقوق دیے گئے ان کو پامال کرنے کی کوششیں جاری ہیں، اسی کے لیے قانون میں تبدیلی کی مختلف شکلیں اختیار کی جا رہی ہیں۔'' (اداریہ)

مركز الإمام أبي الحسن الندوي
دارعرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

جمہوری نظام کے مفاسد

حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

''سرونسٹن چرچل نے ایک خاص موقع پر کہا تھا کہ جمہوریت ایک برا نظام ہے، لیکن دوسرے نظامہائے حکومت سے اس سے بھی بدتر ہیں۔ مسٹر چرچل نے اس خیال کا اظہار اس وقت کیا تھا جب جمہوری نظام چند ہی ملکوں میں رائج تھا، اکثر ملک غلام تھے، بہت سے ملکوں میں شاہی حکومتوں کا رواج تھا، جن ملکوں میں یہ نظام رائج تھا ان ملکوں کے باشندے کسی نہ کسی حد تک تعلیم یافتہ اور انتخابات کی اہمیت، افادیت اور ضرورت سے واقف تھے اور سیاسی زندگی آج کی طرح آلودہ نہ تھی، پھر بھی جمہوریت میں کچھ نہ کچھ عیوب ظاہر ہو گئے تھے۔ مسٹر چرچل نے مذکورہ بات اس نظام کے حکام کی، عوام کے سامنے ذمہ داری، عوام کے مطالبات اور احتجاجات کے مطابق جمہوری حکومت کے طرز حکمرانی اور ممبران کی عدم تعاون سے منتخبہ حکومت کے خطرۂ سقوط کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہی ہوگی۔ غیر جمہوری طرز ہائے حکمرانی کے سلسلہ میں ان کی رائے کا غالباً مطلب یہ ہو کہ قوم کو غیر جمہوری نظاموں میں عوامی نمائندگی کا موقع نہیں ملتا اور اس طرح ظلم واستبداد، قہر وغضب اور اقتدار پر بعض مخصوص افراد یا خاندان یا جماعت کے غلبہ کا زیادہ امکان رہتا ہے۔

مسٹر چرچل کو جمہوری نظام کے پھلنے پھولنے اور رواج عام کا زمانہ نہیں ملا کہ وہ اس کو ترقی یافتہ شکل میں دیکھتے، ورنہ ان کا نظریہ جمہوری نظام کے بارے میں مختلف ہوتا اور وہ یہ کہنے پر مجبور ہوتے کہ یہ جمہوری نظام تمام نظامہائے حکومت سے زیادہ ناقص اور ناپسندیدہ ہے اور یہ بات واقعہ کے خلاف نہ ہوتی، بلکہ حقیقت کا آئینہ دار ہوتی، کیونکہ جمہوریت آج اکثر ملکوں میں ناکام ہو چکی ہے اور اس میں ایسی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں جن سے اس کے اچھے مقاصد متروک اور اس کے اغراض اور اس کے غلط طریقہ کار سے بگاڑ کا شکار ہو گئے ہیں۔ آج کی جمہوریت فساد و بگاڑ' بدامنی وانارکی اور لاقانونیت کی آماج گاہ بن چکی ہے۔ اس نظام کی کمزوریاں اور اس کے مضر اثرات کا احساس ایشیائی ملکوں میں ہی نہیں بلکہ مغربی ملکوں میں بھی پایا جا رہا ہے۔ ایک برطانوی جمہوری فکر کے فلسفی نے اظہار خیال کیا ہے کہ جمہوری نظام اپنے تمام مقررہ اغراض و مقاصد کے حصول میں کلی طور پر ناکام ثابت ہو چکا ہے۔ موجودہ دور میں جمہوریت' انتشار، خود غرضی اور مفاد پرستی کی آماج گاہ ہے۔ درحقیقت جمہوریت ہی جمہوری ممالک میں فساد، انارکی، لاقانونیت، دہشت گردی اور اس طرح کی تمام برائیوں اور خرابیوں کی ذمہ دار ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جمہوریت مشکلات کے حل سے زیادہ مشکلات کو جنم دیتی ہے، کیونکہ جمہوریت صرف حقوق کے حصول پر ابھارتی اور برانگیختہ کرتی ہے اور اس میں مناسب اور نامناسب کے درمیان کوئی تمیز نہیں کرتی ہے۔''

(نیا عالمی نظام اور ہم: ۶۲-۶۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اردو اور ہندی میں شائع ہونے والا

ماہنامہ

پیام عرفات

رائے بریلی

مرکز الامام أبی الحسن الندوی دارعرفات تکیہ کلاں رائے بریلی (یوپی)

جلد: ۱٦ | جنوری ۲۰۲۴ء - رجب المرجب ۱۴۴۵ھ | شمارہ: ۱

بدترین حکمراں

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

”شِرَارُ أَئِمَّتِکُمُ الَّذِینَ تُبْغِضُونَھُمْ وَیُبْغِضُونَکُمْ وَتَلْعَنُونَھُمْ وَیَلْعَنُونَکُمْ“

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(تمہارے بدترین امام (حکمراں) وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں اور تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں۔)

(صحیح مسلم: ٤٨٠٥)

مجلس ادارت

بلال عبدالحی حسنی ندوی

مفتی راشد حسین ندوی

عبدالسبحان ناخدا ندوی

محمد حسن ندوی

معاون ادارت

محمد نفیس خاں ندوی

محمد ارمغان بدایونی ندوی

پرنٹر پبلشر محمد حسن ندوی نے ایس، اے، آفسٹ پرنٹرس، مسجد کے پیچھے، پھاٹک عبداللہ خاں، سبزی منڈی، اسٹیشن روڈ، رائے بریلی سے طبع کرا کر دفتر ”پیام عرفات“ مرکز الامام أبی الحسن الندوي، دارِعرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی سے شائع کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

فی شمارہ: -/Rs.15 | E-Mail: markazulimam@gmail.com | سالانہ زرتعاون: -/Rs.150

Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi Samiti (Punjab National Bank) A/c No. 6127002100000339 (IFSC: PUNB0612700)

فہرس

یوم جمہوریہ کا پیغام (اداریہ)..................................۳
بلال عبدالحی حسنی ندوی..................................
جمہوری ملک میں مسلمانوں کی ذمہ داری........................۴
حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ..............................
جمہوری ملک میں مسلمانوں کے لیے لائحہ عمل..................۵
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ..............................
مدد کا استحقاق کیوں کر؟.................................۷
مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی..................................
تقویٰ کیا ہے؟...۹
بلال عبدالحی حسنی ندوی..................................
نکاح کے چند مسائل.....................................۱۱
مفتی راشد حسین ندوی..................................
غیبی نظام اور انسانی تدابیر...............................۱۳
عبدالسبحان ناخدا مدنی ندوی..................................
یوم جمہوریہ اور آئین ہندوستان..............................۱۵
سید محمد مکی حسنی ندوی..................................
جناب سید قطب الدین مدنی کی وفات.....................۱۷
مولانا سید ظاہر حسینی ندوی..................................
غلو اور انتہا پسندی......................................۱۸
محمد امین حسنی ندوی..................................
ہندوستانی جمہوریت کے بنیادی ستون-تحلیل وتجزیہ..........۱۹
محمد ارمغان بدایونی ندوی..................................

جس کے جلو میں جہد وعمل کی تڑپ نہ ہو

جناب عامر عثمانیؒ

جس نے بتوں سے حکم بغاوت دیا نہیں
ہوگا خدا کسی کا، وہ میرا خدا نہیں

میں کیا کہوں کہ عشق کی قدرت میں کیا نہیں
لیکن سروں میں آج یہ سودا رہا نہیں

ہم ہی وفا کے عہد پہ قائم نہ رہ سکے
اپنے سوا ہمیں تو کسی کا گلہ نہیں

صدیاں ہوئیں کہ آئی تھی گلشن میں فصل گل
لیکن دلوں سے اس کا تصور گیا نہیں

انساں کو جو سکونِ دل وجاں نہ دے سکے
وہ ارتقا کسی بھی مرض کی دوا نہیں

لذت فروش وروح شکن عصر نو کے پاس
سب کچھ تو ہے مگر دل درد آشنا نہیں

جس کے جلو میں جہد وعمل کی تڑپ نہ ہو
وہ صرف ایک فریب دعا ہے دعا نہیں

منبر سے لے کے مدرسہ وخانقاہ تک
عامرؔ کہاں ــــــــ ہجوم نمود وریا نہیں

مدیر کے قلم سے

یوم جمہوریہ کا پیغام

بلال عبدالحی حسنی ندوی

۲۶/جنوری کا دن ہندوستان میں خاص طور پر قانون کی بالادستی کا دن ہوتا ہے، اسی تاریخ سے نئے جمہوری قانون کا نفاذ ہوا، اس قانون کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں اس ملک کے ہر شہری کو اس کا حق دیا گیا ہے۔ یہ ملک صدیوں سے مختلف مذاہب اور تہذیبوں کا مرکز رہا ہے، دنیا کی مختلف قومیں یہاں آکر آباد ہوئیں، مختلف مذہبوں اور تہذیبوں نے اس کو اپنا گہوارہ بنایا، یہی وجہ ہے کہ اس کے قانون کی بنیاد سیکولرزم پر رکھی گئی، اس کے تین بنیادی ستون کہے جاسکتے ہیں؛ سیکولرزم (Secularism) عدم تشدد، (Non-Voilence) اور جمہوریت (democracy)

۲۶/جنوری کا دن خاص طور پر اسی لیے یوم جمہوریہ کہلاتا ہے، اس دن پورے ملک میں جشن منایا جاتا ہے، آپسی میل ملاپ اور امن وآشتی کا اظہار کیا جاتا ہے، ملک کا ہر چھوٹا بڑا شہری اس خوشی میں شریک ہوتا ہے۔ یہ ساری خوشی اسی لیے ہے کہ اس قانون میں ہر طبقہ کا احترام ہے، ہر مذہب وتہذیب کے ماننے والوں کو ان کے حقوق دیے گئے ہیں، اس قانون کے تئیں یہاں کا رہنے والا اپنے آپ کو محفوظ تصور کرتا ہے، کسی بھی نسل کا انسان ہو وہ اس قانون میں اپنے آپ کو الگ محسوس نہیں کرتا اور یہ بھی شاید حقیقت ہے کہ یہ اس وقت دنیا کا سب سے بڑا جمہوری ملک ہے، ورنہ بہت سے دوسرے ممالک جو جمہوریت کا دعویٰ کرتے ہیں وہ حقیقی معنی میں جمہوری کہلانے کے مستحق نہیں ہیں۔

امریکہ جو اپنے آپ کو جمہوریت کا علمبردار بتاتا ہے، خود اس نے نسلی اور مذہبی فرقہ واریت پر مبنی بعض ایسے قوانین بنادیے ہیں کہ ان سے اس کی جمہوریت میں دراڑ پڑ گئی ہے، سامی نسل کو مستقل الگ مقام دے دیا گیا ہے اور اس پر تنقید کرنا قانوناً جرم قرار دیا گیا ہے اور پھر اس میں بھی مزید تنگی پیدا کر کے اس نسل کے بھی مخصوص لوگوں کے لیے اس قانون کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

ہمارے ملک کے لیے یہ فخر کی بات ہے کہ یہاں جمہوریت باقی ہے اور یہ دن خاص طور پر اس کو یاد دلاتا ہے، لیکن بڑے خطرہ کی بات ہے کہ ملک کے قانون کی بنیاد جن اصولوں پر رکھی گئی تھی آج ان اصولوں کو پامال کیے جانے کی کوششیں ہو رہی ہیں اور اندر سے ملک کی بنیادیں کھوکھلی کی جارہی ہیں۔ یہ انتہائی فکر کی بات ہے کہ آج ملک کا قانون خطرہ میں ہے۔ وہ قانون جس نے ملک کو جمہوری قرار دیا، آج یہ کوشش کی جارہی ہے کہ خاص طبقہ کی اس پر اجارہ داری قائم کی جائے، وہ قانون جس میں اس ملک میں رہنے والے مختلف مذاہب کے لوگوں اور مختلف ذاتوں کو جو حقوق دیے گئے ان کو پامال کرنے کی کوششیں جاری ہیں، اسی کے لیے قانون میں تبدیلی کی مختلف شکلیں اختیار کی جارہی ہیں۔

ملک کے لیے یہ بات بہت تشویش کی ہے۔ یہاں کے قائدین نے ملک کے مزاج اور پوری صورت حال کو سامنے رکھ کر قوانین بنائے تھے، ان کی پاسداری ملک کے ہر شہری کی ذمہ داری ہے، اس کو پامال کرنے والے ہرگز ملک کے وفادار نہیں ہوسکتے، یہاں کے وہ لوگ جو اپنے آپ کو ملک کا سب سے بڑا وفادار تصور کرتے ہیں، ملک کو فرقہ واریت کی آگ میں جھونکنے کی تیاری کر رہے ہیں، یہاں کے قانون میں ہر ایک کو تحفظ دیا گیا ہے اور اپنے اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی دی گئی ہے، کسی کی دل آزاری یہاں قانوناً جرم ہے، بلاشبہ ہر ایک کو آزادی دی گئی ہے لیکن اس کے کچھ حدود بھی ہیں، یہ آزادی اسی حد تک ہے جب تک دوسرے کی دل آزاری نہ ہو۔

ملک کے قائدین کو غور کرنے کی ضرورت ہے، ایک مثال پیش کی گئی، دسیوں واقعات ملک کے طول وعرض میں ایسے سامنے آرہے ہیں جن سے ملک کی شبیہ داغدار ہو رہی ہے، اگر یہاں کے شہریوں کو خانوں میں بانٹا گیا تو یہ ملک کے لیے خطرہ کی بات ہے، پھر ملک کی صلاحیتیں باہمی ٹکراؤ میں ضائع ہوں گی، ذاتی اور جماعتی مفاد سے بلند ہو کر سوچنے کی ضرورت ہے تاکہ ملک پھلے اور پھولے اور یہاں کے رہنے والے امن واطمینان کے ساتھ زندگی گزار سکیں، یہاں کا قانون یہی سبق دیتا ہے اور یہی یوم جمہوریہ کا پیغام ہے۔

جمہوری ملک میں مسلمانوں کی ذمہ داری

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

جمہوری ملک میں ملی تشخص کی حفاظت:

ہمیں یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ ہم ایسے ملک میں ہیں جس میں اکثریت غیر مسلموں کی ہے، وہ جمہوری ملک ہے اور وہاں قانون ساز مجلسیں قانون بناتی ہیں۔ جب یہ ملک جمہوری ہے تو پارلیمنٹ ہی قانون بنائے گی اور جمہوریت کا یہ قاعدہ ہے کہ اکثریت کی رائے اور تائید سے قانون بنتا ہے۔اس لیے ہر وقت اس کا خطرہ ہے کہ ایسے قوانین بنیں جو ہمارے بنیادی عقائد' مسلمات، ہمارے جذبات اور ہماری ضرورتوں کے خلاف (بدنیتی سے کم اور ناواقفیت سے زیادہ) بنیں۔ یہ بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ وہاں مذہبی' تہذیبی اور لسانی بنیادوں پر جارحانہ احیائیت اور کلیت پسندی کی تحریکیں بھی زور وشور سے چل رہی ہیں۔

اب ہمارا کام یہ ہے کہ ایسے سیکولر اور جمہوری ملک میں اپنے ملی تشخص کی حفاظت آئینی طریقہ پر کریں۔ ہم ہندوستان کے وفادار، مفید' کارآمد اور اس کے ضروری جزء ہونے کی حیثیت سے اپنی افادیت واہمیت ثابت کریں اور مطالبہ کریں کہ کوئی قانون ہماری شریعت، آسمانی کتاب اور ہمارے عقائد کے خلاف نہیں بننا چاہیے۔اسی کے ساتھ یہ بھی ثابت کریں کہ خلاف شریعت قانون بننے سے ہم کو اس سے زیادہ اذیت ہوتی ہے اور ہمارا ملی وجود اس سے زیادہ خطرہ میں پڑ جاتا ہے جتنا کھانا روکنے سے۔کوئی جمہوری حکومت کسی اقلیت اور کسی فرقہ کی غذائی ضرورتوں کو نہیں روک سکتی۔ کوئی حکومت چاہے کتنی ہی طاقتور ہو، یہ قانون نہیں بنا سکتی کہ فلاں فرقہ کو غلہ کی فراہمی روک دی جائے، یا بازار میں اس کو دوکان کھولنے کی اجازت نہ دی جائے، یا اس کے بچوں پر تعلیم اور تعلیم گاہوں کے دروازے بند کر دیے جائیں۔ایسا اگر ہونے لگے تو لوگ قیامت برپا کر سکتے ہیں۔ہم ثابت کر دیں کہ اس قانون اور اس نئے نظام تعلیم سے ہم کو ایسی ہی گھٹن ہو رہی ہے جیسے مچھلی کو پانی سے نکال کر باہر رکھنے سے ہوتی ہے۔ ہمارے چہروں کے اتار چڑھاؤ، حرکات وسکنات سے معلوم ہو جائے کہ ہماری صحت اور توانائی اور کارکردگی پر اثر پڑ رہا ہے اور یہ محسوس کر لیا جائے کہ یہ ایک مغموم قوم کے افراد ہیں، اس نئے قانون سے ان کا دم گھٹ رہا ہے اور یہ ان کی آئندہ نسل کے قتل کے مرادف ہے۔

حقیقت میں ایک جمہوری ملک میں جو اکثریت کے ذریعہ (جس کے جذبات،خواہشات ومقاصد بدلتے رہتے ہیں) آئین سازی کا دائمی وکلی حق رکھتا ہے، کسی فرقہ واقلیت کو (جو اپنا مستقل دین، عائلی قانون اور ملی تشخص رکھتی ہے اور وہ اس کو اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے) کسی وقت بھی مطمئن ہو کر بیٹھنے اور حالات وحقائق سے آنکھیں بند کر لینے کی گنجائش نہیں۔(کاروان زندگی:۳/۱۵۵-۱۵۷)

سلطانی جمہور میں سیاسی شعور کی ضرورت:

آج سلطانی جمہور کا زمانہ ہے، ہمارے اوپر پارلیمنٹ کی حکومت ہے اور اس کو آئین سازی کا پورا اختیار، پھر حکومت کا دائرہ پہلے کی طرح دفاع، امن قائم کرنے اور ٹیکس وصول کرنے تک محدود نہیں، وہ زندگی کے تمام شعبوں اور تعلیم وتربیت کے تمام ذرائع پر حاوی ہے اور گھر اور باہر کی کوئی چیز اس کے دائرہ اختیار سے خارج نہیں۔ رات پارلیمنٹ میں ایک قانون پاس ہو جاتا ہے اور آج سارے ملک میں اس کا نفاذ، اس وقت ہم اور آپ یہاں جمع ہیں' ممکن ہے اس وقت پارلیمنٹ کا کوئی اجلاس ہو رہا ہو، وہاں ایک قانون بن جائے اور ہماری زندگی میں کوئی اہم تبدیلی واقع ہو۔آپ کو معلوم ہے کہ پرانی حکومتیں پرائیویٹ معاملات میں دخل نہیں دیتی تھیں، ذاتی ملکیتوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا، آزاد درس گاہوں سے ان کو کوئی سروکار نہیں تھا، آپ جسے پرسنل لا کہتے ہیں یعنی شادی بیاہ اور ترکے وغیرہ کا قانون، اس سے ان کو کوئی علاقہ نہیں تھا، تعلیم میں کسی خاص عقیدے، کسی خاص فکر ومقصد پر ان کو اصرار نہ تھا۔اب دنیا بدل چکی ہے، آپ کو سمجھنا چاہیے کہ آپ کس جگہ بیٹھے ہیں، زمانہ کے انقلاب نے آپ کو اس جگہ پر اچانک لا کھڑا کیا ہے؟ اگر آپ نے اپنے گرد وپیش کی دنیا کا جائزہ نہ لیا تو آپ اس دنیا میں خود بے گانہ بن جائیں گے۔(عصر جدید کا چیلنج:۲۳-۲۴)

جمہوری ملک میں مسلمانوں کے لیے لائحہ عمل

مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

مسلمان اس ملک میں متعدد صدیوں سے آباد ہیں اور یہاں انہیں بڑے مشکل حالات سے گذرنا پڑا ہے، بلکہ بعض وقت ایسے حالات بھی پیش آئے معلوم ہوتا تھا کہ اب مسلمان یہاں نہ رہ سکیں گے اور یہاں سے چلے جائیں گے، بعض علاقوں میں تو یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ مسلمانوں نے گویا مان لیا کہ اب ان کے لیے رہنا مشکل ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایسی قوم بنایا ہے کہ مشکل حالات میں بھی ان کے جو بس میں ہوتا ہے وہ کرتے ہیں، لہٰذا اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اس ملک میں مسلمانوں کو کچل یا دبا دیا جائے گا تو یہ بات صحیح نہیں ہے، بلکہ یہ تاریخ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایسا دین عطا فرمایا ہے جس میں زندگی کے مختلف معاملات ومسائل کا حل موجود ہے، جب مسلمان اس حل کو اختیار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت ہوتی ہے اور مشکل حالات میں بھی مسلمان جی لیتے ہیں، ہمارے ملک ہندوستان میں ۱۹۴۷ء میں جو صورت حال پیش آئی اس سے یہ سمجھا جارہا تھا کہ اب واقعی مسلمانوں کے لیے یہاں رہنا مشکل ہوجائے گا لیکن ایسا نہیں ہوسکا، بلکہ مسلمان اب بھی عزت کے ساتھ ہیں۔

موجودہ دور گلوبلائزیشن کا دور ہے، یعنی پوری دنیا اس وقت اس طرح ایک ہوچکی ہے کہ کوئی ملک آزاد نہیں ہے کہ وہ جو چاہے کرے، بلکہ ہر ملک کی پالیسی حالات کی بنیاد پر بنتی ہے اور اگر کوئی ملک حالات کو نظر انداز کرکے پالیسی بنائے تو اسے ناکامی ہوتی ہے۔ اس تناظر میں اگر ہم اپنے ملک کی صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے اس کی پالیسیوں پر غور کریں تو ان سے ملک کو بہت نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے، کیونکہ اس ملک میں مسلمان بھی ہیں اور غیر مسلم بھی، لہٰذا یقینی بات ہے کہ ان پالیسیوں کا نقصان دونوں ہی کو پہنچے گا، البتہ اگر حکومتیں حالات کو سامنے رکھ کر پالیسی بنائیں اور من مانی نہ کریں تو یقیناً اس کا نفع پورے ملک کو ہوگا۔

ملک کے حالات یقیناً ناگفتہ بہ ہیں، مگر مسلمانوں کو بہت زیادہ تشویش کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ حالات کا تقاضا کیا ہے، نیز حکومتوں کی سمجھداری اور ان کی حکمت عملی بھی دیکھنا پڑے گی، اگر انہوں نے حکمت عملی اور سمجھداری کے ساتھ نظام نہیں چلایا تو اس ملک میں خود ان کا رہنا بھی مشکل ہوگا اور یہ ملک بہت نقصان میں چلا جائے گا، یہاں تک کہ اس ملک کو سنبھالنا مشکل ہوجائے گا، اس لیے کہ اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ اہم معاشی مسئلہ ہے، ہر جگہ اسی کے فروغ کی کوششیں ہورہی ہیں، ہر ملک چاہتا ہے کہ وہ معاشی لحاظ سے بہت اونچا ہوجائے اور خوب ترقی کر جائے، ظاہر بات ہے صرف معاش کے متعلق سوچنے سے کام نہیں چلے گا، بلکہ اس کے لیے حالات کو سامنے رکھ کر ایسی پالیسی بنانا ناگزیر ہے جو معاشی ترقی میں معاون ہو، اگر اس لحاظ سے اپنے ملکی حالات کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں ہماری حکومت کے ذمہ دار ابھی زیادہ غور نہیں کررہے ہیں، جو یقیناً ہر ایک کے لیے تشویش کی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وسائل سے نوازا ہے، ایک بڑا وسیلہ تو اللہ کی رحمت ومدد کا ہے، جو مسلمانوں کو حاصل ہے اور دوسروں کو حاصل نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ مسلمانوں کی تاریخ بہت سبق آموز ہے، جب وہ اپنی تاریخ کو دیکھیں گے تو ان کو اطمینان ہوگا کہ ہم کو اس ملک میں ہٹایا اور مٹایا نہیں جاسکتا، اس لیے کہ تاریخ میں بارہا ایسا ہوا ہے اور مختلف ملکوں میں جہاں مسلمان آباد ہیں وہاں حالات خراب ہوئے ہیں، عراق میں جب عباسی حکومت کا زوال ہوا اور تاتاریوں کو عروج حاصل ہوا، اس وقت کی صورت حال سے لگتا تھا کہ مسلمان اب باقی نہیں رہے گا، لیکن اس کے باوجود حالات نارمل ہوئے اور مسلمانوں کو بھرپور تحفظ حاصل ہوا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک کے اندر

حالات کی نزاکت مسلمانوں کے لیے بہت بڑا مسئلہ نہیں ہے۔

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ حالات کی نزاکت سے زیادہ اپنے مقام ومرتبہ کو پہچاننے کی کوشش کریں اوراسی کے مطابق کام کریں، وہ اللہ کو ناراض نہ کریں اور سمجھیں کہ اللہ کی رضامندی ہر حال میں ضروری ہے، اسی کے ساتھ وہ جس ماحول میں بھی ہوں، ان کے لیے ضروری ہے کہ نفع بخش بنیں اور انسانی بنیادوں پر پریشان حال لوگوں کی مدد کریں، اگر مسلمان ملک میں اس طرح اپنی افادیت ظاہر کریں گے تو وہ یقیناً یہاں مقبول ہوجائیں گے۔

مسلمانوں کے ساتھ تعصب کی جہاں تک بات ہے، تو اس کے متعلق یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس ملک کے خمیر میں تعصب شامل ہے، یہاں جو ہمارے برادران وطن ہیں، ان کے درمیان آپس ہی میں خوب تعصب ہے، کوئی پنڈت ہے تو کوئی ٹھاکر ہے اور کوئی کچھ ہے، لہٰذا مسلمانوں کو اس تعصب سے ڈرنا نہیں چاہیے، اس لیے کہ اس ملک میں مختلف قومیں اور مذاہب کے لوگ آباد ہیں، جن میں سے ایک مسلمان بھی ہے اور اس کا طبعی نتیجہ یہ ہے کہ ان سے بھی تعصب ہوگا، لیکن اگر ہم اپنے دین کے مطابق عمل کریں گے تو انشاء اللہ دوسروں سے محفوظ رہیں گے۔

موجودہ حالات کے پیش نظر مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ میڈیا کے میدان میں بھی سامنے آئیں، لیکن میڈیا بھی دو طرح کا ہوتا ہے، ایک وہ جو من مانی طریقے سے کام کرتا ہے، یہ سب کے لیے نقصان دہ ہے، دوسرا میڈیا وہ ہے جو انسانی ضروریات کو سمجھ کر کام کرتا ہے اور یہ ہر ایک کے حق میں مفید ہے، ہمیں اسی میڈیا کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔

قابل ذکر اور اہمیت کی حامل ایک بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی بجائے خود میڈیا ہے، مسلمان روزانہ پنج وقتہ نماز ادا کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، حج ادا کرتے ہیں اور غریبوں کی مدد کرتے ہیں، یہ سب کام ایسے ہیں جو خود میڈیا بن جاتے ہیں، میڈیا صرف الفاظ یا چند وسائل کا نام نہیں، بلکہ میڈیا انسان کا طرز عمل بھی ہے، جب آدمی کسی کو اچھا کام کرتے دیکھتا ہے تو وہ برجستہ کہتا ہے کہ واقعی یہ عمل بہت اچھا ہے اور وہ اس کا صدق دل سے اعتراف کرتا ہے۔ ظاہر ہے یہ وہ تاثر ہے جو میڈیا بھی قائم نہیں کرسکتا، میڈیا تو صرف اپنی بات لوگوں کے سامنے پیش کرسکتا ہے، خواہ کوئی مانے یا نہ مانے، لیکن اگر آپ کا کردار اور کریکٹر لوگوں کے سامنے آئے گا تو اس کا یقیناً اثر پڑے گا۔

دین اسلام کی خاصیت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ انسان کا کریکٹر خود بخود سامنے آجاتا ہے مثلاً: روزانہ پانچ وقت مسجد سے اذان ہوتی ہے، جس کو سننے والا ہر اجنبی شخص یہ سوچنے پر مجبور ہوگا کہ یہ اذان کیوں ہوتی ہے اور مسلمان اس کے اندر کیا کہتے ہیں؟

اسی طرح ہر نماز میں مسلمانوں کا مسجد کے اندر بار بار جمع ہونا، یہ بھی ایسا عمل ہے کہ دوسرے لوگ اس کو دیکھ کر متاثر ہوں گے اور اس کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کریں گے، اب اگر انہیں نماز کے فوائد اور اس کی حقیقت پتہ چل جائے تو یقیناً اس کا بڑا اثر ہوگا۔

اسی طرح جمعہ کی نماز ہے، پھر عیدین اور حج کے موقع پر مسلمانوں کا اجتماع ہے، اس کے علاوہ زکوٰۃ کا عمل ہے یا غریبوں کی مدد کرنا ہے، نیز قرآن مجید میں جو بھی ہدایات ہیں، وہ سب ایسی تعلیمات ہیں جن سے مسلمانوں کا کردار خود بخود دوسروں کے سامنے نکل کر آتا ہے اور ایک مثبت پیغام عام ہوتا ہے، گویا اس طرح ہماری پوری زندگی میڈیا بن سکتی ہے۔ معلوم ہوا ہمارا مذہب خود بڑا میڈیا بنا ہوا ہے اور ہم اسی پر چل رہے ہیں، اس وقت دنیا میں جو ہماری وقعت نظر آتی ہے، اس کا بنیادی سبب ہمارے دین کی یہی متعدی تاثیر ہے، جس کے اثرات غیروں پر بھی پڑتے ہیں۔

اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ہم موجودہ دور کی متعارف میڈیا میں بھی ترقی کریں اور ان وسائل کو اختیار کریں اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم اچھے اخلاق اختیار کریں، جنہیں دیکھ کر لوگ یقیناً متاثر ہوں گے اور اللہ سے دعا مانگیں، دعا بہت اہمیت کی حامل ہے، کیونکہ حالات کو بنانے والا اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہے۔

مدد کا استحقاق کیوں کر؟

مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی

قرآن مجید کی ان آیات کو ہم بار بار پڑھتے ہیں، ان کے معانی ومفاہیم پر غور کرتے ہیں، یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ کن کن نعمتوں کا وعدہ ان آیات میں ہم سے کیا گیا ہے؟ غلبہ اور بالادستی طے فرمادی ہے، عزت اور سربلندی کی بشارت سنائی ہے، لیکن اس کے لیے شرط ہے کہ ہم وہ کام کریں جن کی بنیاد پر ہم خلافت اور عزت کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُواْ لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَاناً وَقَالُواْ حَسْبُنَا اللّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ☆فَانقَلَبُواْ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُواْ رِضْوَانَ اللّهِ وَاللّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ☆إِنَّمَا ذَلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءهُ فَلاَ تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾(آل عمران:۱۷۳-۱۷۵)

(وہ لوگ کہ جن سے کہنے والوں نے کہا کہ (مکہ کے) لوگوں نے تمہارے خلاف بڑی جمعیت اکٹھا کر رکھی ہے تو ان سے ڈرو تو اس چیز نے ان کے ایمان میں اور اضافہ کردیا اور وہ بولے ہمیں تو اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے، تو وہ اللہ کے فضل اور انعام کے ساتھ واپس ہوئے ان کا بال بھی بیکا نہیں ہوا اور وہ اللہ کی مرضی پر چلے اور اللہ بڑے فضل والا ہے، یہ تو شیطان ہے جو تم کو اپنے بھائی بندوں سے ڈراتا ہے تو تم ان سے خوف مت کرو اور مجھ ہی سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو)

﴿وَلَن يَجْعَلَ اللّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلاً﴾
(النساء:۱۴۱)

(اور اللہ ہرگز مسلمانوں پر کافروں کو کوئی راہ نہ دے گا)

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْناً﴾(النور:۵۵)

(اللہ کا وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ضرور زمین میں حاکم بنائے گا جیسا اس نے ان کے پہلوں کو حاکم بنایا اور ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور طاقت عطا فرمائے گا جس کو اس نے ان کے لیے پسند کرلیا ہے اور ضرور ان کے خوف کو اطمینان سے بدل دے گا)

﴿وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ﴾(الصافات:۱۷۳)

(اور یقیناً ہمارا لشکر ہی غالب ہونے والا ہے)

﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾(آل عمران:۱۳۹)

(اور کمزور مت پڑو نہ غم کھاؤ اگر تم ایمان والے ہو تو سربلند تم ہی رہو گے)

﴿وَكَانَ حَقّاً عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾(الروم:۴۷)

(اور اہل ایمان کی مدد کرنا تو ہم پر ایک حق تھا)

﴿إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ﴾(الحج:۳۸)

(یقیناً اللہ ایمان والوں کی پشت پناہی فرماتا ہے، اللہ کسی خیانت کرنے والے ناشکرے کو پسند نہیں فرماتا)

یہ آیات جن کی سچائی اور حقانیت پر ہم کو مکمل یقین ہے بشارت دیتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے عزت وسربلندی کا وعدہ کیا ہے، ان کی بالادستی کو قائم فرمایا ہے اگر ہم یہ سمجھیں کہ عزت وسربلندی کفار کے لیے ہے تو ان آیات کا کیا مطلب ہے؟ جب کہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے، اس کی ہر ہر بات بالکل سچی

اور ثابت شدہ ہے، اس کی مشیت کو کوئی تبدیل نہیں کرسکتا، اس کے بارے میں ادنیٰ شک اور شبہ کی گنجائش نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ ان اہل ایمان سے کیا ہے جو سچے ہیں، اسلامی تعلیمات کو اپنے سینے سے لگائے ہیں، اللہ کی کتاب پر عمل پیرا ہیں، کہیں ہم کو خطرہ یہ تو نہیں ہے کہ کہیں ہم ان لوگوں میں نہ ہوجائیں جن کا تذکرہ قرآن مجید نے ان الفاظ سے کیا ہے:

﴿فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾(مریم: ۵۹)

(پھر ان کے بعد ان کے ناخلف جانشین ہوئے جنھوں نے نمازیں ضائع کردیں اور وہ خواہشات کے پیچھے لگ گئے تو آگے وہ کجی میں پڑجائیں گے)

ضرورت ہے کہ ہم اپنا محاسبہ کریں، اپنے ایمان کو جانچیں، کیا ہم اس کا حق ادا کررہے ہیں؟ کیا ہم مخلص ہیں؟ کیا ہم ان احکامات پر مکمل عمل پیرا ہیں، جبکہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں غزوہ حنین کے موقع پر مسلمانوں نے کثرت پر بھروسہ کیا اور یہ سمجھا کہ مدد آچکی اس موقع کی منظرکشی قرآن مجید نے ان الفاظ سے کی ہے!

﴿وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ﴾(التوبۃ: ۲۵)

(اور حنین کے دن بھی جب تمھیں اپنی کثرت پر ناز ہوا تو وہ کچھ بھی تمہارے کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگے)

جبکہ دوسری طرف غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی اور دشمن اسلحہ کے ساتھ ایک ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھے لیکن مسلمان اپنے ایمان کی وجہ سے اللہ کی مدد کے مستحق بنے۔

آج ایمانی اعتبار سے ہم نہایت کمزور ہیں، عبادات میں کوتاہی کے شکار ہیں، گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، شریعت کی مخالفت کرتے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے راستے ہمارے لیے مسدود ہوجائیں۔

ضرورت ہے کہ ہم اپنے ایمان کو اسی طرح بنائیں جیسے آپ ﷺ کے صحابہ نے بنایا، ہماری عبادتیں ان کی عبادتوں کی طرح ہوں، ہمارا طریقہ زندگی ان کے طریقہ زندگی کے مطابق ہو، ہم اللہ تبارک وتعالیٰ سے امید کریں کہ یہ وعدہ ہمارے لیے ہی ہو۔ ہم کو دشمنوں پر غلبہ ملے، ان کے دلوں میں رعب پیدا ہوجائے۔ ہمارے حوصلے بلند ہوں اور ہم کو ثبات حاصل ہو۔

(ترجمانی: محمد امین حسنی ندوی)

عروج رفتہ کو کیسے حاصل کریں؟

مولانا ابوالکلام آزادؒ

''مسلمانوں کی قومیت صادقہ کی بنیاد صرف شریعت کا علم وعمل ہے۔ شریعت نے انہیں بتایا تھا کہ دنیا میں سب سے بڑی قوم وہی ہیں، وہی خیر الامم ہیں، وہی ''خیر البریۃ'' ہیں، وہی ''شہداء علی الناس'' ہیں، وہی شہداء اللہ فی الارض'' ہیں، ان کے عروج وسعادت کی علت صرف یہ تھی کہ قرآن حکیم اور سنت رسول کو انہوں نے اپنا دستور العمل وحیات قرار دیا تھا اور قرآن حکیم کی نسبت صاحب قرآن کا اعلان تھا کہ ''اللہ تعالیٰ اس کتاب کی ہدایت سے قوموں کو اٹھائے گا اور یہی ہے جس کو ترک کرکے قومیں گریں گی اور ہلاک ہوں گی۔''

پس جب مسلمانوں نے قرآن وسنت کا علم وعمل ترک کردیا، تو اقبال وعروج نے بھی ان سے کنارہ کشی کرلی ـــــــ پس اگر اب بھی مسلمان اپنے عروج رفتہ کو دوبارہ حاصل کرسکتے ہیں، تو اس کی صرف ایک ہی راہ ہے، اس کے علاوہ اور جس قدر راہیں بھی کھلی ہوں گی، گمراہی وفساد کی ہوں گی، یعنی علم وعمل شریعت کا احیاء اور ترک وہجر شریعت کا انسداد!'' (خطبات آزاد: ۱۰۲-۱۰۳)

تقویٰ کیا ہے؟

بلال عبدالحی حسنی ندوی

جائزہ لینے کی ضرورت:

ہمیں اپنی زندگی کا جائزہ لینا چاہیے، اپنے سماج کا جائزہ لینا چاہیے اور اپنے گھروں کا جائزہ لینا چاہیے کہ ہمارے یہاں کیا ہو رہا ہے اور کیسی کیسی باتیں پنپ رہی ہیں؟ اچھے اچھے دین داروں کے یہاں بعض مرتبہ ایسی ایسی چیزیں داخل ہو جاتی ہیں جن کا تصور بھی مشکل ہے۔ ایک دین دار گھرانے کے ایک صاحب کا حال معلوم ہوا جو عوام میں بڑے محترم سمجھے جاتے ہیں کہ جب ان کی لڑکی بڑی ہوئی تو اس کو دین کی فکر ہوئی، وہ ایک دن اپنے موبائل پر کسی عالم دین کی تقریر سن رہی تھی، جب گھر والوں نے اس کو تقریر سنتے دیکھا تو سخت برہم ہوئے اور کہا کہ ابھی یہ سب دینی باتیں سننے کی تمہاری عمر نہیں ہوئی ہے، ابھی تم فلمیں اور ڈرامے دیکھو۔ یہ بھی پتہ چلا کہ اس نے جب اسکارف باندھنا چاہا تو گھر والوں نے وہ اتار کر پھینک دیا اور اس کو تنبیہ کی۔ ظاہر ہے یہ انتہائی درجہ محرومی اور افسوس کی بات ہے۔ ہم سب کو اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہیے، کبھی بھی آدمی یہ سوچ کر مطمئن نہ ہو جائے کہ ہمارا گھر تو بڑا دین دار ہے۔ اگر آج دین دار ہے تو خدا جانے کل دین دار رہے گا یا نہیں؟ اگر ہم نے خود اپنی اور اپنے گھرانے کی فکر کی اور اپنے بچوں کا دینی مزاج بنانے کی کوشش کی تو اس کا فرق ضرور پڑے گا اور مستقل کوشش کرنے اور کہتے رہنے کا فرق یقیناً پڑتا ہے۔

فکر مندی کا نتیجہ:

ایک صاحب نے واقعہ سنایا کہ ان کے پڑوسی نماز نہیں پڑھتے تھے، تو وہ ان کو آتے جاتے مستقل نماز کے لیے ٹوکا کرتے تھے اور عجیب لطیفہ تھا کہ ہر مرتبہ ٹوکنے کے بعد ڈائری میں لکھ دیتے تھے کہ اب اتنی مرتبہ ٹوک دیا۔ وہ کہنے لگے کہ ایک مرتبہ گذرتے ہوئے جب میں نے اپنے پڑوسی کو ٹوکا تو وہ اٹھ کر مسجد چل دیے، پھر جب ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ آج میرے دل پر ایک چوٹ لگی جس کے بعد میں فوراً مسجد چلا آیا۔ تو انہوں نے بتایا کہ آج میں نے جب تم کو ٹوکا تھا تو یہ ۱۰۰ ویں مرتبہ تھا۔ پتہ چلا کہ سو مرتبہ کہنے کے بعد ان پر کہنے کا اثر پڑا۔ کہتے ہیں کہ قطرہ پتھر پر مسلسل گرتا ہے تو اس میں سوراخ کر دیتا ہے۔

مایوسی درست نہیں:

ہمیں حالات کی اصلاح سے کبھی بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے بلکہ حالات کیسے ہی خراب ہوں، ہمیں اپنا کام کرتے رہنا چاہیے۔ اپنی ذات پر بھی محنت کرنی چاہیے اور ان تمام لوگوں پر بھی محنت کرنی چاہیے جو خاص طور سے ہمارے متعلق ہیں اور ہمارے زیر اثر ہیں۔ ﴿وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ﴾ کا اصل مطلب یہی ہے کہ ہم بھی ایمان کی حالت میں اس دنیا سے جائیں اور ہمارے گھر والے اور ہمارے زیر اثر لوگ بھی ایمان کی حالت میں اس دنیا سے جائیں۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے اور اس کو ہم تمام اہل ایمان کو محسوس کرنا چاہیے لیکن یہ سمجھنا کہ ہمارے گھر کا ماحول بہت اچھا ہے اور ہمارے یہاں سب کچھ ٹھیک رہے گا، یہ بڑی خطرناک بات ہے۔

ایمان کی فکر مندی کی اعلیٰ مثال:

حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ آدمی کو اپنے یا اپنے گھر والوں کے متعلق کبھی بھی مطمئن نہیں ہو جانا چاہیے۔ وہ نبی تھے، نبی کے پوتے، نبی کے پرپوتے اور نبی کے والد تھے، مگر اس کے باوجود بھی ان کو اطمینان نہیں ہوا اور انہوں نے اخیر وقت میں اپنے بیٹوں اور پوتوں کو جمع کرکے یہ پوچھا کہ بتاؤ! میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے؟ ان کی اولاد نے جواب دیا کہ

ابا جان! آپ نے ہمیں کس چیز کی تربیت دی ہے؟

﴿نَعۡبُدُ إِلَـٰهَكَ وَإِلَـٰهَ آبَائِكَ إِبۡرَاهِيمَ وَإِسۡمَاعِيلَ وَإِسۡحَاقَ إِلَـٰهاً وَاحِداً وَنَحۡنُ لَهُ مُسۡلِمُونَ﴾(البقرة: ۱۳۳) (ہم عبادت کریں گے آپ کے معبود کی اور آپ کے آباء ابراہیم واسمٰعیل اور اسحٰق کے معبود کی، ایک (ہی) معبود کی اور ہم تو اسی کے فرماں بردار ہیں)

اس واقعہ میں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ گھرانا نبوت کا اور اس کے باوجود بھی اطمینان نہیں ہوا۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ اسلام پر مرنا ہے تو اسلام کے مطابق اپنی زندگی بنانی ہے اور اپنے آپ کو بھی اس کے مطابق ڈھالنا ہے اور اسی کے لیے فکر کرنا ہے۔ جب یہ مزاج ہوگا تو تقویٰ آئے گا اور اس کے نتیجہ میں اسلام آئے گا اور اسلام پر ہم زندگی گذاریں گے تو ہمارا خاتمہ بھی ایمان پر ہوگا۔

تقویٰ کے فوائد:

قرآن مجید کے اندر ایسی متعدد آیات ہیں جن میں تقویٰ کے بہت سے فوائد بیان ہوئے ہیں۔ ایک جگہ تقویٰ کا فائدہ بتاتے ہوئے ارشاد ہوا:﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجۡعَل لَّهُ مَخۡرَجاً☆وَيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ﴾(الطلاق: ۲-۳) (اور جو اللہ کا لحاظ رکھے گا اللہ اس کو (مشکل سے) نکلنے کا کوئی راستہ عطا فرمادے گا اور اس کو بے سان وگمان رزق عطا فرمائے گا)

قرآن سے معلوم ہوا کہ تقویٰ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تقویٰ اختیار کرنے والے کو راستہ عطا فرمادیتا ہے، اس کو تنگی میں فراخی عطا فرمادیتا ہے اور ایسی جگہوں سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے سان وگمان بھی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ متقی شخص کے لیے رزق کے جو دروازے کھولتا ہے' اس میں ظاہری رزق بھی ہے، معنوی رزق بھی ہے، علم کا رزق بھی ہے اور اللہ کے قرب کا رزق بھی ہے۔ اس آیت میں یہ ساری چیزیں شامل ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ایسی جگہ سے اس کو رزق پہنچاتا ہے کہ اس کو خیال بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ یہاں سے ہمیں یہ نعمت مل سکتی تھی۔

ایک دوسری جگہ تقویٰ کا یہ فائدہ بتایا گیا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوۡلاً سَدِيداً☆يُصۡلِحۡ لَكُمۡ أَعۡمَالَكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوبَكُمۡ﴾(الأحزاب: ۷۰-۷۱) (اے ایمان والو! اللہ کا لحاظ رکھو اور جچی تلی بات کہو، وہ تمہارے لیے تمہارے کاموں کو بنادے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہوں کو بخش دے گا)

اس آیت میں تقویٰ کے دو فائدے بتائے گئے؛ ایک تو یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے کاموں کو بنادے گا اور دوسرے یہ کہ اللہ تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ بہت بڑی بات ہے، لوگ پریشان ہوتے ہیں، طرح طرح کی دشواریاں ہوتی ہیں تو ایسے لوگوں کے لیے اللہ نے یہاں ایک نسخہ بیان فرمادیا کہ دو چیزوں کو اختیار کرلیا جائے تو اللہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ہر طرح کی سہولتیں عطا فرمادے گا؛ ایک یہ کہ تقویٰ اختیار کیا جائے اور دوسری بات یہ کہ زبان کی حفاظت کی جائے، زبان کی حفاظت کے نتیجہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا میں کاموں کو بنادے گا اور آخرت میں گناہوں کو معاف کردے گا۔ عام طور سے اگر دیکھا جائے تو یہ جو لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں بعض مرتبہ آدمی بڑی بربادی تک پہنچ جاتا ہے، اس میں بڑا حصہ زبان کی حفاظت نہ کرنے کا ہوتا ہے۔ اسی لیے آیت میں زبان کی حفاظت کا حکم ہے اور اس سے پہلے تقویٰ کا حکم ہے، کیونکہ تقویٰ اختیار نہ کرنا، احتیاط نہ کرنا اور احتیاط کا مزاج نہ بنانا' یہ ایسی چیز ہے کہ اس سے آدمی غلطیوں پر غلطیاں کرتا ہے اور دنیا میں بھی نقصان اٹھاتا ہے اور آخرت میں بھی نقصان اٹھاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں اس کے کام نہیں ہوتے اور آخرت میں اس کے گناہ معاف نہیں ہوں گے۔

آج دنیا میں آپ جس شخص سے بھی پوچھئے تو وہ پریشان نظر آتا ہے، وہ بتاتا ہے کہ اس کا کوئی کام نہیں بنتا، کاروبار نہیں چلتا، دوکان نہیں چلتی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کام بنانے کے لیے ہمیں ایک نسخہ بتایا تھا، اگر ہم نے اس نسخہ پر عمل کیا ہوتا تو سارے کام بن جاتے۔ اگر ہماری زندگی تقویٰ کی ہوتی، زبان کی احتیاط ہوتی، تو قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اللہ کاموں کو بھی بنا دے گا اور گناہوں کو بھی معاف کردے گا۔

نکاح کے چند مسائل

مفتی راشد حسین ندوی

شرک وکفر کے سبب نکاح سے ممانعت:

قرآن مجید میں مشرک عورتوں سے نکاح کرنے سے منع کیا گیا ہے، ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾(البقرة: ۲۲۱)

(اور نکاح نہ کرو مشرک عورتوں سے جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں اور مومنہ باندی بلاشبہ (آزاد) مشرک عورت سے بہتر ہے، اگر چہ وہ تمہیں اچھی لگے اور (اپنی عورتوں کا) نکاح مشرکوں سے اس وقت تک نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں اور بلاشبہ مومن غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے گو کہ وہ تمہیں اچھا لگے، یہ لوگ (مشرک) جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے اور لوگوں کو (اللہ) اپنے احکام کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ لوگ نصیحت قبول کریں)

آیت میں مشرک سے نکاح کرنے سے منع کیا گیا، اس میں وہ تمام لوگ داخل ہیں جو بت، سورج، چاند یا غیر اللہ میں سے کسی چیز کے بھی پجاری ہوں، لہٰذا اس حکم میں اہل کتاب کے علاوہ تمام مذاہب والے داخل ہیں اور ان اہل مذاہب میں سے کسی بھی لڑکی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے، خواہ وہ ہندو ہو یا بدھسٹ، جینی یا سکھ وغیرہ ہو، سبھی اس حکم میں شامل ہیں۔ (شامی: ۲/۳۱۳-۳۱۴، ہندیہ: ۱/۲۸۱)

اہل کتاب عورتوں سے نکاح:

اہل کتاب عورتوں سے مراد عیسائی یا یہودی عورتیں ہیں جو مذہبی طور پر عیسائی یا یہودی ہوں، اس لیے کہ اہل کتاب کے لفظی معنی کتاب والے کے ہیں اور کتاب والوں سے مراد وہ ہیں جن کا کسی ایسی آسمانی کتاب پر ایمان ہو جس کا آسمانی کتاب ہونا نص سے ثابت ہو، اس اعتبار سے صرف یہودی اور عیسائی عورتیں اہل کتاب ہیں اور شرعاً ان سے نکاح کرنا کراہیت کے ساتھ جائز ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ان سے نکاح کرنے سے احتراز کرے۔ (أیضاً)

جہاں تک ان سے نکاح کی اجازت کا تعلق ہے تو صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں اس کی اجازت دی گئی ہے:

﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ﴾(المائدة: ۵)

(اور تمہارے لے حلال کی گئیں وہ پاک دامن عورتیں جوان قوموں میں سے ہوں جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی)

اور پاک دامنی کی قید بطور شرط کے نہیں ہے بلکہ بطور استحباب کے ہے، بلکہ بہتر یہی ہے کہ ان سے نکاح کرنے سے گریز کیا جائے خواہ پاک دامن ہی کیوں نہ ہوں۔ (البحرالرائق: ۳/۱۰۳)

اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ ان سے نکاح کیا جائے تو اولاد کے ان کے عقائد سے متاثر ہونے کا خطرہ رہے گا، اسی لیے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بعض گورنروں نے اہل کتاب سے نکاح کیا تو حضرت عمرؓ نے سخت ناگواری ظاہر کی۔ (احکام القرآن: ۲/۳۲۴، مصنف ابن ابی شيبة، كتاب النكاح، باب من كان يكره النكاح فی أهل الكتاب: ۱۵۰۰)

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اہل کتاب عورتوں کی طرف مسلمانوں کا میلان مسلم عورتوں کے لیے فتنہ کا باعث ہوسکتا ہے۔ (کتاب الآثار للإمام محمد: ۱۵۶)

زندیق عورت سے نکاح:

جو عورت ملحد ہو یا مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتی ہو، لیکن منصوص شرعی احکام کی منکر ہو، اس سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

(شامی: ۲/۳۱۴، ہندیہ: ۱/۲۸۱)

گمراہ فرقوں سے نکاح:

جن فرقوں کے عقائد کفر تک پہنچتے ہوں جیسے: مہدویہ، نصیری، بوہرہ، آغا خانی اور وہ شیعہ جو قرآن میں تحریف کے قائل ہوں، یا حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی صحابیت کے منکر ہوں یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتے ہوں، ان کی عورتوں سے نکاح کرنا ناجائز ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ قادیانیوں سے بھی قطعاً مناکحت جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ ان کے کفر پر پوری امت کا اتفاق ہے۔

(شامی:۲/۳۱۴)

اور جن کے عقائد کفر تک نہ پہنچتے ہوں، اگر چہ ان میں غلو اور تشدد ہو تو ان سے نکاح کیا جاسکتا ہے۔

جب غیر مسلم اسلام سے لے آئیں:

اگر غیر مسلم میاں بیوی اسلام قبول کرلیں تو اگر انہوں نے اپنے عقائد اور رسوم کے مطابق شادی کی ہو تو اسلام قبول کرنے کے بعد ان کو ازسر نو نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے، خواہ ان کی شادی شریعت کے اصولوں کے مطابق نہ ہوئی ہو مثلاً: انہوں نے شادی گواہ کے بغیر کرلی ہو، یا عورت کسی اور غیر مسلم کی عدت ہی میں تھی اور عدت کے دوران ہی اس نے شادی کرلی، تب بھی اسلام قبول کرنے کے بعد ان کا نکاح معتبر قرار دیا جائے گا اور پھر سے نکاح نہیں کرنا پڑے گا۔ (البحر الرائق:۳/۳۶۰، ہندیہ:۱/۳۳۷)

جب غیر مسلم نے محارم سے شادی کر رکھی ہو پھر اسلام قبول کرے:

اگر کسی غیر مسلم نے حالت کفر میں اپنی محارم عورتوں میں سے کسی سے شادی کر رکھی ہو مثلاً: پارسی ماں بہن سے بھی شادی کو جائز سمجھتے ہیں اور ساؤتھ کے کچھ ہندو بھانجی سے شادی کو جائز سمجھتے ہیں پھر اللہ ان کو اسلام کی ہدایت دے دے تو ان کے درمیان علیحدگی کرا دی جائے گی اور ان کے نکاح کو باقی نہیں رکھا جائے گا۔ اس سے ان کے درمیان اس کے جائز ہونے کے عقیدہ کا لحاظ نہیں رکھا جائے گا۔

(البحر الرائق:۳/۳۶۲، فتاویٰ تاتارخانیہ:۴/۲۶۱)

جب غیر مسلم زوجین میں سے ایک اسلام قبول کرلے:

اگر میاں بیوی دار الاسلام میں رہتے ہوں اور دونوں میں سے کوئی ایک مسلمان ہوجائے تو معاملہ دار القضاء میں پیش کیا جائے گا، اگر دوسرا فریق بھی اسلام قبول کرلیتا ہے تو دونوں کا نکاح باقی رہے گا اور اگر وہ نکاح قبول کرنے سے انکار کردے تو انکار کے سبب قاضی ان کے درمیان تفریق کرادے گا۔

اور اگر وہ دونوں دار الحرب یا ایسے ملک میں رہتے ہوں جہاں اسلام قبول کرنے والے کے لیے دوسرے فریق کو دار القضاء لانا مشکل ہو جیسے: ہندوستان، امریکہ اور یورپین ممالک، تو ایک کے اسلام قبول کرنے کے بعد عورت کے تین حیض آنے تک اور حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے تک اور اگر حاملہ ہو تو وضع حمل تک، اگر دوسرا فریق اسلام قبول کرلے تو ان کا نکاح برقرار رہے گا اور اس مدت تک دوسرا فریق اسلام قبول نہ کرلے تو ان کا نکاح خود بخود ختم ہوجائے گا اور تین حیض یا تین مہینے کے لیے یہ انتظار بطور عدت کے لیے نہیں ہے، لہٰذا یہ انتظار مدخول بہا کو بھی کرنا ہوگا اور غیر مدخول بہا کو بھی کرنا ہوگا۔

(ہندیہ:۱/۳۳۸، شامی:۲/۴۲۱-۴۲۴)

اور اگر اسلام شوہر نے قبول کیا اور اس کی بیوی کتابیہ یعنی یہودی یا عیسائی تھی تو ان کا نکاح باقی رہے گا۔ (ہندیہ:۱/۳۳۸)

اگر غیر مسلم ملک میں اس طرح کی تفریق کی نوبت آئے تو دوسری شادی سے پہلے قانونی کاروائی ضرور کرلینا چاہیے تاکہ کوئی پیچیدگی پیدا نہ ہو۔

جب کوئی ایک مرتد ہوجائے:

اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک مرتد ہوجائے تو ان کا نکاح قضا میں جائے بغیر فوراً فسخ ہوجائے گا، لیکن اگر غیر مسلم ملک میں ہو تو قانونی کاروائی ضرور کرلینی چاہیے تاکہ کوئی دقت پیش نہ آئے۔

(شامی:۲/۴۲۵)

غیبی نظام اور انسانی تدابیر

عبدالسبحان ناخدا ندوی

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿هُوَ الَّذِىْ .... مِنَ الشَّاكِرِيْنَ﴾ (یونس:۲۲)

(وہی ہے جو تم کو خشکی اور سمندر میں لیے پھراتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور کشتیاں ان کو لے کر خوش گوار ہواؤں میں چلنے لگتی ہیں اور وہ اس میں مگن ہوجاتے ہیں تو (اچانک) تیز آندھی ان پر آجاتی ہے اور ہر جگہ سے موجیں ان پر اٹھنے لگتی ہیں اور ان کو یقین ہوجاتا ہے کہ وہ اس میں گھر چکے تو اس وقت وہ پوری بندگی کو اللہ کے لیے خالص کرتے ہوئے اسی کو پکارتے ہیں کہ اگر تو نے ہمیں اس سے نجات دی تو ہم مکمل تیرے شکر گذار بندوں میں ہوجائیں گے پھر جب وہ ان کو نجات دیتا ہے تو دیکھتے ہی دیکھتے زمین میں ناحق فساد مچانے لگتے ہیں، اے لوگو! تمہاری سرکشی کا وبال تم ہی پر ٹوٹ پڑے گا، دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ اٹھالو پھر ہمارے ہی پاس تمہیں پلٹ کر آنا ہے تب ہم تمہیں وہ سب کچھ بتا کر رہیں گے جو کام تم کیا کرتے تھے)

اس آیت میں بھی گذشتہ آیتوں کی طرح ظاہر اور حقیقت کے فرق کو سمجھنے کی دعوت دی گئی ہے اور ظاہر کے ذریعہ حقیقت تک پہنچنے کا درس دیا گیا ہے۔ ظاہر میں انسان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے والی سواریاں ہوتی ہیں جو سمندر میں کشتیوں اور خشکی میں موٹروں یا پرانے زمانے میں اونٹوں کی صورت میں پائی جاتی تھیں۔ اسی طرح فضا میں ہوائی جہاز ہوتے ہیں لیکن قرآن یہ بتا رہا ہے کہ حقیقت میں خطرات سے محفوظ رکھ کر منزل مقصود تک پہنچانے والی ذات تنہا اللہ رب العزت کی ہے۔ ہزار دفعہ کا تجربہ ہے کہ سینکڑوں حفاظتی انتظامات کے باوجود کشتیاں ڈوب جاتی ہیں۔ کبھی کشتی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگئی، کبھی طوفانی ہواؤں نے ان کو پلٹ دیا، کبھی بپھری ہوئی موجوں نے جہاز الٹ دیئے، کبھی کوئی اور واقعہ پیش آ گیا۔ ظاہر میں انسان اسے اتفاقی حادثہ قرار دے کر اپنے آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کشتی ثابت وسالم ہے، ہوا معتدل ہے، موجیں پرسکون ہیں اور ہر چیز اپنی معتدل کیفیت میں ہے لیکن پھر بھی یہی کشتی ڈوب جاتی ہے۔ موجودہ دور میں اسے تکنیکی خامی قرار دے کر اطمینان کر لیا جاتا ہے، لیکن مادہ پرست یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے کہ کوئی ذات ایسی بھی ہے جو ہنگامی حالات میں کشتی کو ساحل تک پہنچا سکتی ہے اور پرسکون حالت میں عین نگاہوں کے سامنے کشتی کو ڈبو بھی سکتی ہے۔ یہ حقیقت عام طور سے اس وقت لوگوں کے سامنے کھل کر آجاتی ہے جب اچانک سخت طوفان آجائے، کشتی ڈانواڈول ہونے لگے، بپھری ہوئی موجیں کسی بھی وقت کشتی کو الٹ دیں، تمام سہارے چھوٹ جائیں تو اس وقت اندر سے خود بخود یہ صدا آتی ہے کہ ایک سہارا ایسا ضرور ہے جو اس حالت میں بھی نیّا پار لگا سکتا ہے۔ اس اندرونی اضطراری کیفیت کا نام درحقیقت ''ایمان بالغیب'' ہے۔ اختیاری زندگی میں بھی سچے دل سے اس طاقت کو تسلیم کرنے کا نام اللہ پر ایمان ہے۔ ظاہر پرست اضطرار کی حد تک ایمان رکھتے ہیں لیکن جیسے ہی اضطرار سے نکل کر اختیار میں آجاتے ہیں تو ان کا ایمان رخصت ہوجاتا ہے اور وہی پرانی فرسودہ جوڑ توڑ والی ذہنیت عود کر آتی ہے کہ حسن اتفاق سے ہم بچ گئے۔ اس کے مقابلہ میں ایک خدا پرست اختیار اور اضطرار دونوں صورتوں میں ایک ابدی لافانی طاقت کا اعتقاد رکھتا ہے اور اسی سے اپنا نفع ونقصان وابستہ کرتا ہے۔

''يُسَيِّرُكُمْ'' کے ذریعہ یہ بتایا گیا ہے کہ زمین کے دور دراز گوشوں تک سفر کرنا، سمندر کا سینہ چیر کر بہت اندر تک چلے جانا، یہ سب اللہ کا فضل ہے جس نے تمہیں یہ قابلیت اور سلیقہ بخشا اور بر و بحر کا سفر تمہارے لیے آسان کیا۔

حَتّٰى إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ؛ یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو۔ ''حتی'' غایت اور انتہا کو بتاتا ہے۔

کشتی میں سفر ہونا سمندر کی انتہا اور غایت نہیں ہے، سفر سمندر

کی غایت وہ حالات ہیں جو آگے بیان کیے گئے ہیں۔ چونکہ وہ حالات کشتی پر سوار ہونے کے بعد شروع ہوتے ہیں۔

وَجَرَيْنَ بِهِم؛ ابھی تک خطاب کا صیغہ چل رہا تھا، اب غائب کا صیغہ استعمال ہونے لگا، اسے علمی اصطلاح میں ’’التفات‘‘ کہتے ہیں، چونکہ سفر شروع ہونے سے پہلے تک باہم رابطہ رہتا ہے، اس لیے یہاں خطاب کا صیغہ مناسب تھا، مگر جیسے ہی کشتیاں ان کو لے کر دور چلی گئیں تو باہمی رابطہ منقطع ہو گیا، اب ان کے لیے غائب کا صیغہ مناسب ہے، گویا اب وہ لوگ ’’تم‘‘ نہ رہے، ’’وہ‘‘ ہو گئے اور چونکہ سفر بھی نہایت خوشگوار ہے، اس لیے مسافر بھی اپنے رخصت کرنے والوں کو بھول کر خوش گوار سفر کا لطف لینے لگے، اس لحاظ سے بھی غائب کا صیغہ مناسب تھا۔ اسی طرح یہاں در پردہ مادہ پرستوں کا بھی تذکرہ ہے کہ جب تک کوئی سامنے ہے تب تک ان کا معاملہ ’’تم‘‘ کا ہے اور جیسے ہی ظاہراً دوری پیدا ہوئی تو سب ’’وہ‘‘ ہو گئے اور کوئی ’’تم‘‘ نہ رہا۔

وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ؛ جب طوفانی ہوائیں چلتی ہیں تو سمندر میں طغیانی آتی ہے اور ہر طرف موجیں اٹھتی دکھائی دیتی ہیں، لگتا ہے جیسے پورا سمندر بپھرا اٹھا ہو۔

دَعَوُا اللَّهَ؛ یہ ’’جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ‘‘ پر قائم ہونے والے سوال کا جواب ہے، یعنی کوئی سوال کرے کہ تیز وتند ہوائیں چلتی ہیں تو وہ کیا کرتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اس وقت خالص اللہ کی بندگی میں منہمک ہو کر اسی کو پکارتے ہیں۔

مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ؛ یہ تعبیر قرآن کریم میں متعدد بار آئی ہے۔ یہاں دین کا مطلب بندگی ہے، چونکہ دین کا ایک مطلب جھکنے اور اطاعت کرنے کا ہے۔ بندگی میں انسان اللہ کے سامنے جھکتا ہے اور اطاعت بجالاتا ہے، اس لیے یہاں ’’الدین‘‘ کا مطلب بندگی ہی ہے۔ بندگی کو اللہ کے سامنے خاص کرنے کا مطلب دل وجان سے اللہ کی طرف یکسو ہونا ہے۔ اس وقت ظاہر پرستوں کو کسی بھی معبود کی یاد نہیں آتی۔

لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ؛ کم وبیش ہر نازک موقع پر جب جان پر بن آئے تو ہر انسان کی یہ کیفیت ہوتی ہے اور وہ اللہ سے عہد کرتا ہے کہ اگر وہ اس مصیبت سے نکل گیا تو پھر ہمیشہ اللہ کا احسان مند رہے گا اور کبھی اپنے عہد سے نہیں پھرے گا۔

یہ مبارک آیت غیبی نظام کو واضح کرتی ہے اور یہ بتاتی ہے کہ بسا اوقات ہزار انسانی تدبیروں کے باوجود عین نگاہوں کے سامنے ساری تدبیریں اور سب حفاظتی انتظامات دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور سوائے غیبی نظام پر بھروسہ کرنے کے کچھ اور باقی نہیں رہتا۔ یہ آیت اور اس سے اگلی پچھلی آیتیں ظاہر پرستی کی کاٹ کرتی ہیں اور ظاہر میں انسان کے سامنے بار بار اصل حقیقت کو کھولتی ہیں کہ یہ پوری کائنات ایک خدا کی طاقت کا کرشمہ ہے اور سب کچھ بغیر کسی استثنا کے اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اسی کی دعوت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مکہ مکرمہ میں دے رہے تھے جسے جادو، کہانت اور شاعری کہہ کر جھٹلایا جا رہا تھا، حالانکہ یہ حقیقت میں روئے زمین کی سب سے بڑی سچائی، دانائی اور حکمت کی بات تھی۔ اسی حقیقت کو بتانے کے لیے سورۂ یونس کے شروع میں اس کتاب کا تعارف ’’کتاب حکیم‘‘ سے کیا گیا: ’’تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ‘‘، یعنی یہ حکمت سے لبریز کتاب کی آیات ہیں۔ جو حقیقت سے پردہ اٹھائے اس سے بڑی کوئی دانائی نہیں اور جو حقیقت کو چھپائے اس سے بڑی نادانی کوئی نہیں۔ مشرکین کی پوری کوشش یہی تھی کہ حقیقت سامنے نہ آئے اور لوگ محض گمانوں پر زندگی کے دن پورے کر لیں۔

مِنْ هَٰذِهِ؛ اس سے مراد وہ آفت ہے جو طوفانی ہواؤں کی شکل میں مسلط ہے۔

لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ؛ یہ تعبیر اور بلیغ ہے، یعنی ہم تیرے شکر گزار بندوں کی صف میں اپنے آپ کو شامل کریں گے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سمندر کا سفر کرنا جائز ہے۔ حدیث میں سمندر کے سفر سے جو منع کیا گیا ہے وہ شرعی حکم کے طور پر نہیں بلکہ شفقۃً منع کیا گیا ہے۔ چونکہ اس میں خطرات زیادہ ہوتے ہیں، اس لیے شدید ضرورت کے بغیر سمندر کا سفر نہ کیا جائے۔

یوم جمہوریہ اور آئین ہندوستان

سید محمد مکی حسنی ندوی

۱۵/اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان نے برطانوی راج سے آزادی حاصل کی، اس کی وجہ تحریک آزادی کے بعد برطانوی پارلیمنٹ میں ''ہندوستانی آزادی ایکٹ ۱۹۴۷'' کا پاس ہونا تھا،اس ایکٹ کے پاس ہونے پر برطانوی انڈیا کو برطانوی کامن ویلتھ (British Commonwealth) (ان ممالک کا مجموعہ جو برطانوی حکومت کے زیراثر تھے) کے مسودہ کے اعتبار سے تقسیم کردیا گیا، اس کے اعتبار سے ہندوستان ''آئینی بادشاہت'' (جہاں بادشاہت اور پارلیمنٹ کے درمیان اختیارات تقسیم ہوتے ہیں) بن گیا جس کا ''جارج ششم'' (George VI) ریاست کے سربراہ اور ''ارل ماؤنٹ بیٹن'' (Erl Mount Batton) گورنر جنرل ہوا،ملک میں اپنا آئین نہ ہونے کی وجہ سے برطانوی حکومت کا قائم کیا ہوااور کچھ ترمیم شدہ ''گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵'' نافذ رہا۔

۲۹/اگست ۱۹۴۷ء کو ''مجلس مسودہ ساز'' کی تقرری کے لیے ایک قرارداد پیش کی گئی اور مستقل آئین کے مسودے کو تیار کرنے کے لیے کمیٹی مقرر کی گئی، جس کے چیرمین ڈاکٹر امبیڈکر ہوئے۔آئین کا مسودہ تیار کر کے ۴/نومبر ۱۹۴۷ء کو دستور ساز اسمبلی کو پیش ہوا، تین سال کی بحث وتحقیق اور ترمیم واضافہ کے بعد ۲۶/نومبر ۱۹۵۰ء کو ۲۸۴ ممبران کی دستخط پر یہ مسودہ اپنایا گیا تھا، اسی لیے یہ دن ''یوم قومی قانون'' کے طور پر منایا جاتا ہے۔۲۴/جنوری ۱۹۵۰ء کو دستور ساز اسمبلی کا آخری اجلاس ہوا جس میں کل ۳۰۸ ممبران کی دستخط سے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک انگریزی اور ایک ہندی زبان میں مسودہ پیش ہوا جس کو ۲۶/جنوری ۱۹۵۰ء کو نافذ کیا اور اسی دن یوم جمہوریہ منایا جاتا ہے۔اس دن ڈاکٹر راجندراپرساد نے ہندوستان کے صدر کی حیثیت سے اپنی پہلی میعاد کا آغاز کیا۔یہ ''آئین ساز اسمبلی'' نئے آئین کے کچھ عبوری دفعات کے تحت ہندوستانی پارلیمنٹ بن گیا۔

آئین ہندوستان کو تیار کرنے کا پس منظر دو سو سال کی استعماری حکومت، بیرونی حکومت کے خلاف قومی تحریک آزادی اور ساتھ ساتھ ملک کی تقسیم کا صدمہ ہے۔اس اعتبار سے لوگوں کی امنگیں، ملک کی سالمیت اور جمہوری معاشرہ کی تشکیل معمار آئین کی پہلی فکر تھی۔اسمبلی کے ممبران کی فکرمندی کا حل ''مقاصد قرارداد'' (Objectives Resolution) کی صورت میں پیش ہوا، یہ قرارداد جواہر لال نہرو نے ۱۷/دسمبر ۱۹۴۶ء کو آئین ساز اسمبلی میں پیش کی جس کو ۲۲/جنوری ۱۹۴۷ء کو اپنایا گیا۔یہ قرارداد آئین ساز کی روح کی عکاسی ہے، ان اعلیٰ اصولوں میں مقتدر، غیر مذہبی، جمہوری، منصف، آزاد، مساوات، اخوت اور عظمت شامل ہے۔

آئین کی تشکیل پر اس مقاصد قرارداد کو ''آئین کی تمہید'' کی حیثیت حاصل ہوئی، اس کا نام بدل کر ''تمہید آئین ہندوستان'' (Preamble to the Indian Constitution) رکھا گیا، یہ آئین کا حصہ نہیں بلکہ عنوان اور مقدمہ ہے جو یہ بیان کرتا ہے کہ آئین کا مقصد اور ضرورت کیا ہے؟ اس کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے ۱۹۷۶ء کو تمہید آئین ہندوستان میں ترمیم ہوئی تھی، ترمیم شدہ تمہید کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے:

''ہم بھارت کے عوام متانت وسنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ بھارت کو ایک **مقتدر سماج وادی غیر مذہبی عوامی** جمہوریہ بنائیں اور اس کے تمام شہریوں کے لیے حاصل کریں:

انصاف: سماجی، معاشی اور سیاسی؛

آزادی: خیال، اظہار، عقیدہ، دین اور عبادت؛

مساوات: بہ اعتبار حیثیت اور موقع،

اور ان سب میں

اخوت کو ترقی دیں جس سے فرد کی عظمت اور قوم کے اتحاد اور سالمیت کا تیقن ہو؛

اپنی آئین ساز اسمبلی میں آج چھبیس نومبر ۱۹۴۹ء کو یہ آئین

ذریعہ ہذا اختیار کرتے ہیں، وضع کرتے ہیں اور اپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں۔''

مقتدر: ''ہم بھارت کے عوام...'' یہ الفاظ بااختیار ہونے کا مظاہرہ ہے، اس بات کا بیان ہے کہ ہندوستان کی عوام ہی مقتدر ہے اور یہ کہ آئین کسی کا تحفہ نہیں ہے، جب کہ سابقہ قانون کے بارے میں حکومت برطانیہ کا تحفہ بتایا گیا تھا۔

سماج وادی: یہ لفظ آئین کی تمہید میں ابتداء میں نہیں تھا، اس کو ۱۹۷۶ء میں شامل کیا گیا تھا البتہ تمہید کے متعدد الفاظ سماج واد ہونے کی طرف پہلے ہی اشارہ کر رہے تھے۔ سماج واد کا مقصد انسان کے وجود کے ہر میدان سے استحصال کو ختم کرنا ہے، جیسے عدم برابری اور ہر شخص کی بنیادی ضروریات مہیا کرنا ہے۔ آئین ہندوستان حکومت کو ہدایت دیتا ہے کہ ہر میدان میں منظّم اور ہم آہنگ سماجی ترقی ہو اور عوام میں دولت کی تقسیم میں برابری کی یقین دہانی ہو۔

غیر مذہبی: یہ لفظ بھی ''سماج وادی'' لفظ کی طرح ۱۹۷۶ء ترمیم ایکٹ کے تحت شامل کیا گیا تھا۔ تمہید میں غیر مذہبی ہونا اس بات پر دال ہے کہ ہندوستان پر کسی مذہب کی حکومت نہیں ہے، ہندوستان میں تمام مذاہب کا خیر مقدم ہے، اس بنا پر اس ملک پر نہ کسی مذہب، نہ لا مذہب اور نہ مذہب مخالف کی حکومت ہوگی۔ دستور ۲۵/اور ۲۸ مذہبی آزادی کی یقین دہانی کرتا ہے۔

عوامی: اس لفظ کا تعلق اسی حکومت سے ہے جس میں مکمل طاقت عوام اور ان منتخب کردہ نمائندوں کے پاس ہو۔ عوامی لفظ کی پہچان بادشاہت سے فرق کرنے سے ہوتی ہے، یعنی عوامی حکومت میں سربراہ ایک منتخب شخص ہوتا ہے نہ کہ موروثی بادشاہ۔

جمہوریت: تمہید میں بیان ہے کہ آئین، ہندوستان کی عوام کا ہے اور آئین ہندوستان ''نمائندہ جمہوریت'' (یہ جمہوریت کی وہ قسم ہے جہاں لوگ اپنے نمائندوں کا انتخاب کرتے ہیں جو پالیسی بننے کے انتخابات میں حصہ لیتے ہیں برخلاف ''براہ راست جمہوریت'' جہاں لوگ پالیسی بننے کے انتخاب میں حصہ لیتے ہیں) کا نظام مہیا کرتا ہے۔ جمہوریت کا مطلب ''عوام کا، عوام سے اور عوام کے لیے'' ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عوام حکومت کا انتخاب کرتے ہیں اور حکومت عوام کی ذمہ دار اور عوام کی طرف جواب دہ ہوتی ہے۔ جمہوریت میں ہر ذی شعور کی رائے، جمہوری نظام کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔

انصاف: تحریک آزادی کے مقاصد میں سماجی مالی مسائل کے حل کی جد و جہد، مرد و عورت کے وقار کی بحالی، غریبی اور ہر قسم کے استحصال کا خاتمہ ہے۔ انصاف کا تعلق عوام کے بنیادی حقوق سے ہے، جیسے کھانا، کپڑا، گھر، فیصلے کے مراحل میں حصہ داری اور بحیثیت انسان، وقار کے ساتھ زندگی گزارنے کا حق ہے۔ آئین ہندوستان کے جزء تین اور جزء چار میں درج دفعات، سماجی مالی انصاف کا پیغام ہے۔

آزادی: آئین کی تمہید، خیال، اظہار، یقین، ایمان اور عبادت کے حفاظت کا دعوی کرتا ہے جو انفرادی اور قومی ترقی کے لیے اہم ہیں۔ جمہوریت کا آزادی سے قریبی تعلق ہے، جس کے بنا پر سماج میں ہر شخص کا کچھ خاص چھوٹے چھوٹے حقوق کا لطف اٹھانا، ایک آزاد اور متمدن سماج کے وجود کے لیے ضروری ہے۔

مساوات: عوام کے حقوق کا تیقن اس وقت تک بے سود ہے جب تک عدم مساوات سماجی ڈھانچے میں موجود ہو۔ ہر انسان پر وقار حیثیت رکھتا ہے۔ متمدن قوم کے ہر شہری کو حق حاصل ہونا چاہیے کہ قانون کے سامنے اور قانون کی حفاظت میں برابر کا حصہ دار ہو۔ مساوات کو جدید جمہوری نظریے کی روح سمجھا جاتا ہے۔ مساوات کے بنا جمہوریت اور انصاف بے ثبات ہے۔

اخوت: یعنی بھائی چارہ، اس ملک کے لیے انتہائی اہم ہے جس کا امتزاج متعدد نسلوں اور مذاہب سے ہے۔ اختلافات سے قطع نظر اخوت انسان کو انسان سے جوڑتی ہے۔ ہندوستان کے متنوع سماج کے پس منظر میں اور تقسیم ملک کے تناظر میں آئین کے بنانے والے نئے آزاد ملک کی سالمیت اور اتحاد کے لیے فکر مند تھے، اور متنوع جماعتوں کے بقائے باہمی کی ضرورت محسوس کر رہے تھے۔ اس بنا پر ''اخوت'' کو تمہید آئین میں شامل کیا گیا۔

آئین ہندوستان کی یہ تمام تعریفات اور خصوصیات ایک جانب اور اکثریت کی حکومت جس کے بنا پر اکثریت کی رضامندی اور اس رضامندی پر قوانین کی تبدیلی کا امکان، ان تمام بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیتا ہے جس پر آئین ہندوستان قائم ہے! یوم جمہوریہ مبارک ہو!

سید قطب الدین احمد مدنی نے داعی اجل کو لبیک کہا

مولانا سید طاہر حسینی ندوی

دائرہ شاہ علم اللہ تکیہ کلاں رائے بریلی میں کچھ ایسی گمنام اور غیر مشہور ہستیاں بھی ہیں جو اپنے دینی مزاج، ایمانی حمیت، غرباء پروری اور سادگی وصلہ رحمی میں بہت اونچا مقام رکھتی ہیں لیکن خموش طبیعت، عزلت پسندی اور محفلوں سے دور رہنے کی وجہ سے ان کے مقام ومرتبہ کا اندازہ نہیں ہو پاتا۔ انہی معتبر وغیر مشہور افراد میں ایک اہم نام جناب سید قطب الدین احمد مدنی کا بھی تھا جنھوں نے 26 دسمبر 2023ء کو عارضہ قلب کے بعد وفات پائی۔

قطب الدین مدنی صاحب کا نسلی رشتہ مجاہد کبیر سید سید قطب الدین حسنی مدنیؒ سے تھا جو جہاد کی غرض سے ہندوستان تشریف لائے تھے اور کڑہ مانک پور میں سکونت اختیار کی تھی۔ انہی کی نسبت سے بعد کے اہل خاندان نے مدنی کا لاحقہ اختیار کیا۔

قطب الدین مدنی صاحب کا گھرانہ فتح پور (ہنسوہ) میں آباد ایک معروف علمی ودینی گھرانہ تھا، والد ماجد سعید احمد مدنی صاحب اپنے علاقہ کے معروف وکیل تھے اور دینی ومذہبی شناخت کے باا ثر لوگوں میں تھے۔ قطب الدین صاحب کی ولادت 19 /جون 1954ء کو فتح پور میں ہی ہوئی، گھر کے علمی ودینی ماحول میں تعلیم وتربیت کا آغاز ہوا اور جلد ہی اپنی دینداری اور علمی صلاحیتوں کی وجہ سے سب کے منظور نظر ہو گئے۔ 1969ء میں مسلم انٹر کالج - فتح پور سے ہائی اسکول پاس کیا اور پھر اسی کالج سے 1971ء میں انٹر میڈیٹ مکمل کیا۔ اس کے بعد آپ نے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی (حیدرآباد) میں داخلہ لیا اور گریجویشن کی تعلیم مکمل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے پرائیوٹ کمپنی میں ملازمت اختیار کی اور اس سلسلہ میں دمام اور بحرین میں لمبے عرصہ تک مقیم رہے۔

1985ء میں آپ رشتہ ازدواج سے منسلک ہوئے۔ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی اہلیہ محترمہ کی سگی بھتیجی کی بیٹی سے آپ کا نکاح ہوا، جس کے بعد آپ نے اپنے خاندانی وطن تکیہ کلاں میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

اخیر سالوں میں آپ نے بیرون کی ملازمت ترک کر دی اور جمشید پور میں اپنے برادر اکبر سید شمیم احمد مدنی کے الکبیر پولی ٹیکنیک سے وابستہ ہو گئے اور وہیں سے ریٹائرمنٹ حاصل کی۔

دوران ملازمت آپ اپنی امانت داری، وقت کی پابندی اور رفقاء کی خیر خواہی میں بہت ممتاز تھے، کمپنی کا پورا عملہ آپ کو عزت و وقار کی نظر سے دیکھتا اور اپنے بہت سے مسائل کے حل کے لیے آپ سے ہی رجوع کرتا، آپ ایک بہترین مشیر اور ایک دوراندیش وتجربہ کار مخلص کی حیثیت سے ان کی رہنمائی کرتے۔

ریٹائرمنٹ کے بعد آپ اپنے وطن تکیہ کلاں ہی میں مقیم رہے اور اپنے تجربات ومشاہدات سے اہل تعلق کی رہنمائی کرتے رہے، امت کے مسائل و حالات پر آپ بہت مضطرب ہوتے، بدلتے حالات کی سنگینی پر گفتگو کرتے اور اہل تعلق کو دین کی پابندی کی نصیحت کرتے، کوئی کام خلاف شرع دیکھتے تو نرمی وحکمت سے متوجہ کرتے، چونکہ کسی سے الجھنے کا مزاج نہیں تھا اس لیے خموشی سے اپنے کام سے کام رکھتے اور خالی اوقات مطالعہ میں گذارتے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو نیک و صالح اولاد کی نعمت سے بھی نوازا۔ ایک بیٹا سید امان مدنی ہے جو تعلیمی فراغت کے بعد لکھنؤ اپولو ہاسپٹل سے منسلک ہیں اور دو بیٹیاں ہیں جن میں بڑی بیٹی کا نکاح مولانا سید طاہر حسینی ندوی (استاذ مدرسہ ضیاء العلوم) اور چھوٹی بیٹی کا نکاح کنڈہ پرتاپ گڑھ میں سید یحییٰ سے ہوا۔

وفات سے کچھ روز قبل اپنے بھائیوں سے ملاقات کی غرض سے جمشید پور جانا ہوا تھا، وہیں فجر کے وقت ہارٹ اٹیک ہوا، فوراً ہاسپٹل منتقل کیا گیا لیکن فیصلہ الٰہی سے افاقہ نہ ہو سکا اور آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

جنازہ تکیہ کلاں لایا گیا جہاں حضرت مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی نے نماز پڑھائی اور یہیں تدفین ہوئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

غلو اور انتہاء پسندی

محمد امین حسنی ندوی

اسلام سے زیادہ کسی بھی مذہب نے انتہا پسندی، غلو، افراط وتفریط کے تعلق سے اتنے سخت احکامات نہیں دیے۔ اسلام نے اس کے تعلق سے سخت ترین ہدایات دیں اور اس کو ناپسند کیا اور صاف طور پر یہ اعلان کردیا کہ ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ (دین میں کوئی زور زبردستی نہیں) دوسری طرف "اَلدِّيْنُ يُسْرٌ" (دین بہت آسان ہے) کہہ کر بات صاف کردی۔

قرآن مجید نے اہل کتاب کے بارے میں یہ بتادیا کہ وہ اپنے دین میں بغیر سچائی کے غلو کرتے ہیں اور رہبانیت اختیار کرتے ہیں یا رہبانیت پسند کرلی اور دنیا اور دنیا کی لذتوں کو چھوڑ نا پسند کرلیا تھا جس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ﴾ (المائدۃ: ۷۷) (آپ کہہ دیجیے کہ اے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق غلو مت کرو)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّيْنِ فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ قَبْلَكُمْ بِالْغُلُوِّ فِي الدِّيْنِ." (مسند أحمد) (دین میں غلو سے بچو تم سے پہلے جو ہلاک ہوئے وہ دین میں غلو کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔)

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّيْنِ" (دین کے معاملہ میں غلو کرنے سے محتاط رہو۔)

یہ عام ہے اور ہر طرح کا غلو اس میں شامل ہے، چاہے وہ اعتقادی ہو یا عملی اور غلو کا مطلب حد سے تجاوز کرنا ہے عیسائی اعتقادی اور عملی طور پر غلو میں سب سے آگے تھے۔

آپ ﷺ نے غلو اور انتہا پسندی کرنے والوں کے لیے نقصان دہ انجام اور دین ودنیا میں خسارہ کا ذکر کیا ہے، ارشاد ہے:

"هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ" (غلو کرنے والے ہلاک ہوگئے)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ تین مرتبہ کہا۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اقوال وافعال میں حد سے تجاوز کرنے والے۔

اسی لیے اسلام نے وسطیت کی دعوت دی ہے۔ ارشاد ہے:

﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطاً لِّتَكُونُواْ شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيداً﴾ (البقرۃ: ۱۴۳)

(ہم نے تم کو ایک درمیانی امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ ہوں۔)

اسلام نے عبادات، معاملات، عادات، کھانے پینے، پہننے، یہاں تک کہ ہر چیز میں وسطیت کو پسند کیا ہے اور اسی کا حکم دیا ہے:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّهِ الَّتِيَ أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالْطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِي لِلَّذِينَ آمَنُواْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾ (الأعراف: ۳۲)

(پوچھیے کہ کس نے اللہ کے (دیے ہوئے) زینت (کے سامان) حرام کیے جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کیے ہیں اور صاف ستھری کھانے کی چیزیں، کہہ دیجیے کہ وہ دنیاوی زندگی میں ایمان والوں کے لیے ہیں، قیامت کے دن تو صرف انہی کے لیے ہیں، ہم ان لوگوں کے لیے اسی طرح کھول کر بیان کرتے ہیں جو علم والے ہیں۔)

دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ..الخ﴾

(اور اللہ نے جو کچھ تمہیں دے رکھا ہے اس کے ذریعہ آخرت والا گھر بنانے کی کوشش کرو اور دنیا میں سے بھی اپنے حصہ کو نظر انداز نہ کرو اور جس طرح اللہ نے تم پر احسان کیا ہے تم بھی (دوسروں پر) احسان کرو اور زمین میں فساد مچانے کی کوشش نہ کرو یقین جانو اللہ فساد مچانے والوں کو پسند نہیں کرتا) اور جیسے اللہ نے تمہارے ساتھ بھلائی کی تم بھی (دوسروں کے ساتھ) بھلائی کرو اور زمین میں بگاڑ مت چاہو۔)

ہندوستانی جمہوریت کے بنیادی ستون-تحلیل وتجزیہ

محمد ارمغان بدایونی ندوی

آبادی کے لحاظ سے ہندوستان دنیا کا سب سے بڑا پارلیمانی غیر مذہبی جمہوری ملک کہا جاتا ہے اور اس کا آئین دنیا کے تمام جمہوری اصولوں کا نچوڑ سمجھا جاتا ہے، جس پر جمہوریت کی مستحکم وشاندار عمارت تعمیر ہے۔ بنیادی طور پر ہندوستانی جمہوریت کے چار ستون ہیں جن پر یہ پوری عمارت قائم ہے:

(۱) مقنّنہ (۲) منتظمہ (۳) عدلیہ (۴) ذرائع ابلاغ۔

مقنّنہ (parliament) یہ وہ قانون ساز مجلس ہے جو ملک میں قوانین بناتی ہے اور بنے ہوئے قوانین میں ردّ وبدل اور حذف واضافہ کی اہلیت رکھتی ہے۔ حقیقت میں ملک کی ترقی یا زوال کا قطب نما اسی مجلس کے ممبران کے ارد گرد گھومتا ہے۔ اس مجلس تک ہر پانچ سال بعد وہی افراد پہنچتے ہیں جن کو عوام اپنے حق رائے دہندگی کے ذریعہ منتخب کرکے بڑی امیدوں کے ساتھ وہاں پہنچاتی ہے۔ اس کے اندر کل ممبران کی تعداد تقریباً 543/ ہوتی ہے اور ان کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ وہ ملکی قوانین پر نگاہ رکھیں اور اپنے شہریوں کے بنیادی حقوق کو کسی صورت کم نہ ہونے دیں۔

جمہوریت کی بنیاد کو مستحکم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مجلس قانون ساز میں کسی بھی معاملہ پر بحث کے دوران موافق ومخالف دونوں فریق کی بات کو بغور سنا جائے' نہ کہ مقتدر جماعت ہی کی آواز پر قانون سازی کردی جائے بلکہ دوران اجلاس ہر معاملہ پر بحث ومباحثہ اور اس کی خوبیوں اور خامیوں پر مکمل غور وخوض ضروری ہے۔

مجلس قانون ساز کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں دستورِ ہند کی اقدار کو سب سے مقدم رکھا جائے اور اس پر کسی ایک فرقہ، کسی ایک تہذیب یا صاحب اقتدار جماعت کا تسلط نہ ہو، بلکہ اس میں تمام ممبران کو اپنی بات کہنے کا پورا اختیار حاصل ہو۔

منتظمہ (administration) مجلس قانون ساز کے ذریعہ جو قوانین طے ہوتے ہیں، ان پر عمل درآمد کرنے کے لیے منتظمہ کا اہم کردار ہوتا ہے۔ اس زمرہ میں اعلیٰ افسران سے لے کر ٹریفک کانسٹبل تک انتظامیہ کے تمام افراد شامل ہیں۔

جمہوریت کا یہ وہ ستون ہے جس کے ذمہ ملکی شہریوں کو تحفظ فراہم کرنا ہے۔ اس کی اصل ذمہ داری یہی ہے کہ وہ سماج میں امن وامان کو نافذ کرے اور اس کی پالیسیاں ذات وبرادری، مذہب یا اقلیت واکثریت کی بنیاد پر نہ ہوں بلکہ اس کا طرز عمل خالص جمہوری بنیادوں پر ہو۔ منتظمہ کی اولین ذمہ داریوں میں سے سماج کے مختلف طبقات میں بدعنوانیوں کا سد باب کرنا، مظلوموں کا ساتھ دینا اور کمزوروں کی بات سننا ہے۔ منتظمہ کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے دائرۂ کار میں سو فیصد آزاد ہو اور اس کے اوپر کسی طرح کا کوئی دباؤ یا تسلط نہ ہو۔ کسی بھی ملک کی خوش حالی، حکومت کی کامیابی اور اس کی ترقی واستحکام میں منتظمہ کا کردار بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

عدلیہ (judiciary) جمہوریت کا یہ وہ ستون ہے جسے انصاف کا منبع ومرکز سمجھتا جاتا ہے۔ اس زمرہ میں ملکی سپریم کورٹ سے لے کر ضلعی سطح تک کی تمام عدالتیں آتی ہیں۔ لوگوں کے آپسی تنازعات کو حل کرنے کے علاوہ عدلیہ کا سب سے بنیادی کام ملک گیر سطح پر انسانی سماج کے درمیان انصاف کو برقرار رکھنا ہے۔ اسی لیے عدلیہ میں بیٹھے منصفین کا غیر جانب دار ہونا انتہائی ضروری ہے۔ عدلیہ کے نظام کی مضبوطی ملک کے اندر امن واطمینان کی ضامن ہے۔ یہ جمہوریت کا وہ آزاد ستون ہے جس پر کسی بھی حکومت کا دباؤ بننا ممکن نہیں، بلکہ یہاں ہر کمزور کے سامنے بڑے سے بڑا طاقتور ڈھیر ہوجاتا ہے اور اسے انصاف ملتا ہے۔

ذرائع ابلاغ (media) جمہوریت کا یہ وہ آزاد ستون ہے جو ملک کی ترقی وتنزلی سے متعلق لوگوں کی رائے عامہ بنانے میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اس زمرہ میں پرنٹ والیکٹرانک میڈیا سے لے کر سبھی سوشل سائٹس آتی ہیں۔ ذرائع ابلاغ کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ عوامی مسائل کو بروئے کار لائے، حکومت کی خامیوں پر نشان دہی کرے اور سلگتے مسائل کا بہترین تجزیہ پیش کرے۔ ایک ذمہ دار میڈیا کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی آراء اور اس کے موقف متنوع اور آزاد ہوں، نہ کہ ان پر سیاست دانوں کے نظریہ کی چھاپ لگی ہوئی ہو۔ حقیقت میں میڈیا عوام کے لیے عوام کے بارے میں تخلیق کیا گیا مواد ہوتا ہے۔ میڈیا کے لیے ضروری ہے کہ ان کی باتیں ٹھوس ہوں اور سچائی پر مبنی ہوں، کیونکہ میڈیا عوام کا محض ایک ترجمان ہی نہیں بلکہ رہنما بھی ہوتا ہے۔

دیکھا جائے تو جمہوریت کے یہ چار ایسے بنیادی ستون ہیں جو اس کو بادِ مخالف کے تھپیڑوں سے بچاتے ہیں اور ملک کی تہذیبی، سیاسی، سماجی اور اقتصادی ترقی میں معاون بنتے ہیں لیکن اگر یہ ستون یا ان میں سے کسی ایک کے اندر ضعف پیدا ہوتا ہے تو جمہوریت کی پوری عمارت متزلزل ہو جاتی ہے، چہ جائیکہ ایک بڑے جمہوری ملک میں یہ چاروں ہی ستون اپنی بقا کی آخری سانسیں لے رہے ہوں۔

گذشتہ چند برسوں سے مقنّنہ کی ابتری جگ ظاہر ہے، جہاں محض ایک مخصوص طبقہ ہی کی بات کو فوقیت دی جاتی ہے، اسی کے منصوبوں پر عمل ہوتا ہے، اسی کے عزائم کو اہمیت دی جاتی ہے اور اگر کوئی فریق یا ممبر اپنی آواز بلند کرے تو اسے بزور طاقت ڈرا دھمکا کر چپ کرا دیا جاتا ہے، یا بغیر کسی قانونی مراعات کے اسے مجلس قانون ساز سے معطل ہی کر دیا جاتا ہے۔ بلاشبہ کسی بڑے جمہوری ملک کے لیے یہ انتہائی تشویش ناک بات ہے کہ گذشتہ دنوں میں اس کی مجلس قانون ساز کے تقریباً ڈیڑھ سو ممبران اس لیے معطل کر دیے گئے کہ وہ برسر اقتدار جماعت کی آراء کے حامی و مؤید نہیں تھے۔

ملک کی منتظمہ کا یہ حال ہے کہ جس کو دیکھ کر ملک کے شہری سکون محسوس کرتے اور انہیں تحفظ وامن کا یقین ہوتا، ان کو دیکھ کر وحشت وبے سکونی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہاں کے انتظامیہ کا یہ حال ہے کہ وہ طاقتور ظالم کے ثبوت از خود مٹاتی ہے، دستاویزات چھپاتی ہے اور مجرم کو ٹھکانہ دے کر بے قصور کو تختہ دار پر چڑھا دیتی ہے اور بعض اوقات کسی ایک طبقہ کو نشانہ بنا کر اس کی زندگی اجیرن کر دیتی ہے۔ اس سے بڑھ کر افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ سب ان کے اشاروں پر ہوتا ہے جنہیں جمہوریت کا محافظ سمجھا جاتا ہے۔

ملک کی عدلیہ کا نظام کس درجہ مخدوش ہو چکا ہے اسکی حقیقت کو سمجھنے کے لیے سپریم کورٹ کے جج کا وہ بیان ہی کافی ہے جس میں اس نے کھلے عام یہ اعتراف کیا ہے کہ اس وقت ملک کی عدلیہ پر خطرات کے سخت بادل منڈلا رہے ہیں اور اس پر ایک مخصوص ذہنیت کا تسلط دن بدن بڑھ رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب ملک گیر سطح پر جو بڑے فیصلے عدلیہ کی جانب سے صادر ہو رہے ہیں، ان میں اکثریت کی چشم وابرو کا بھرپور خیال رکھا جاتا ہے اور اقلیت کے جذبات نہ صرف یہ کہ نظرانداز کیا جاتے ہیں بلکہ کچل دیے جاتے ہیں۔ گذشتہ دس برس کے کئی بڑے اہم فیصلے اس بات کا کھلا ثبوت ہیں۔

ذرائع ابلاغ کی صورت حال بھی کسی صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں ہے، وہ میڈیا جو حقیقت میں عوامی جذبات کا ترجمان تھا، اب محض ایک مخصوص طبقہ اور نظریہ کا ترجمان یا محافظ بن کر رہ گیا ہے۔ اسے بس تصویر کا ایک ہی رخ دکھانے کی عادت پڑ چکی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس وقت پورے ملک میں نفرت وعداوت کی جو آگ لگی ہے، اس کا بڑا ذمہ دار یہی میڈیا ہے، جو اپنے آقاؤں کی خوشنودی کے حصول میں اور ان کی ناکامیوں پر پردہ ڈالنے کی غرض سے پورے ملک کو تباہی کے دہانے پر لا کر کھڑا کر چکا ہے اور افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ سب تماشہ جمہوریت کے جھنڈے تلے ہو رہا ہے۔

ہر سال یوم جمہوریہ جو فی الواقع دستور ہند کے نفاذ کا دن ہے، حقیقت میں پورے ملک کو یہ پیغام دیتا ہے کہ ہر شہری اپنے گرد وپیش کے حالات کا جائزہ لے اور یہ سمجھنے کی کوشش کرے کہ اس کا ملک کس حد تک جمہوریت کی اصل بنیادوں پر قائم اور باقی ہے۔ خطرہ یہ ہے کہ اگر جمہوریت کی ان بنیادوں میں اسی طرح تزلزل واقع ہوتا رہا تو پورا ملک ایک بار پھر غلامی کی مہیب غار میں نہ دھکیل دیا جائے۔

مرکز الامام ابی الحسن الندوی دار عرفات کی دو ویب سائٹس

www.abulhasanalinadwi.org

یہ ویب سائٹ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اور خانوادۂ حسنی کی علمی وفکری میراث کا مخزن ہے۔

اس ویب سائٹ میں حضرت مولانا کی فکری، علمی وادبی تمام کتب ورسائل کی پی ڈی ایف موجود ہے نیز حضرت مولاناؒ کی حیات وخدمات پر جو کام ہوا ہے اس کو یکجا کر دیا گیا ہے۔

اس ویب سائٹ میں حضرت مولاناؒ کی وفات پر جتنے بھی عربی اردو مجلّات شائع ہوئے ہیں ان کو بھی جمع کر دیا گیا ہے۔

اس ویب سائٹ میں حضرت مولاناؒ کی تمام اسناد اوران کے ایوارڈز کی تفصیلات بھی موجود ہیں۔

اس ویب سائٹ میں حضرت مولاناؒ کے مختلف اقتباسات بھی فکر بوالحسن کو فروغ دینے کے لیے نشر کیے جاتے ہیں۔

اس ویب سائٹ پر حضرت مولاناؒ کے بیش قیمت آڈیو بیانات بھی محفوظ ہیں۔

اس ویب سائٹ میں خانوادۂ حسنی کے دیگر مصنفین کی عربی اردو کتابوں کا احاطہ بھی کیا گیا ہے۔

اس ویب سائٹ میں رمضان المبارک کا اسپیشل سیکشن موجود ہے جس میں وہ دروس نشر ہوتے ہیں جو دائرہ شاہ علم اللہ کی مسجد میں ہوتے ہیں۔

اس ویب سائٹ میں Visiters کی دلچسپی کا ایک آپشن یہ بھی ہے کہ آپ اپنے تمام دینی وفقہی مسائل یہاں معلوم کر سکتے ہیں، اس کے لیے ask us کا آپشن بطور خاص دیا گیا ہے۔

اس ویب سائٹ پر ہر ماہ مرکز الامام ابی الحسن الندوی کا ترجمان ماہنامہ پیام عرفات اردو وہندی بھی نشر ہوتا ہے۔

اس ویب سائٹ میں مرکز الامام کے رفقاء اور تدریب افتاء کے باحثین کی جملہ تفصیلات بھی موجود ہے۔

www.arafatbooks.com

اس ویب سائٹ میں مرکز الامام ابی الحسن الندوی دار عرفات کے شعبہ نشر و اشاعت سید احمد شہید اکیڈمی کی تمام مطبوعات دستیاب ہیں۔

اس ویب سائٹ میں عربی، اردو، انگریزی اور ہندی زبان میں تقریباً ڈیڑھ سو کتابیں موجود ہیں۔

اس ویب سائٹ میں بحیثیت مصنفین تمام کتب محفوظ ہیں، تاہم علوم وفنون کے لحاظ سے بھی کتابوں کو رکھا گیا ہے مثلاً: علوم قرآن، علوم حدیث، علوم فقہ، علوم تاریخ، سیرت وسوانح، فکر اسلامی اور اصلاحیات۔

اس ویب سائٹ میں زبانوں کے لحاظ سے بھی تمام کتابوں کی سرچ کا آپشن موجود ہے۔

اس ویب سائٹ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں سید احمد شہید اکیڈمی کی تمام مطبوعات مختصر تعارف کے ساتھ پی ڈی ایف فائل کی شکل میں موجود ہیں۔

اس ویب سائٹ میں اصحابِ ذوق کو ورقی کتاب خریدنے کی سہولت بھی دی گئی ہے۔

اس ویب سائٹ میں آرڈر کے بعد Return اور refund policy کا آپشن بھی دیا گیا ہے۔

کتاب آرڈر کرنے کے بعد خریدار کو اسکی log in آئی ڈی پر کتاب کا status بھی دکھایا جاتا ہے۔

اگر کسی خریدار کو کتابوں کے متعلق ضروری معلومات حاصل کرنا ہوں تو اس کے لیے ادارہ کی ای میل آئی ڈی اور فون نمبر بھی ویب سائٹ پر موجود ہے۔

R.N.I. No.
UPURD/2009/28748

Monthly
Payam-e-Arafat
Raebareli

Volume: 16 ⚜ January 2024 ⚜ Issue: 01

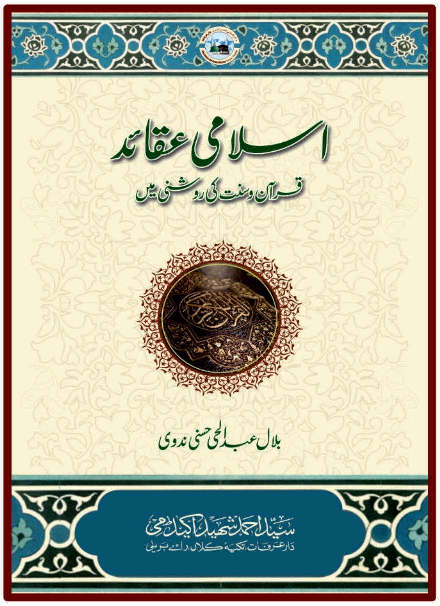

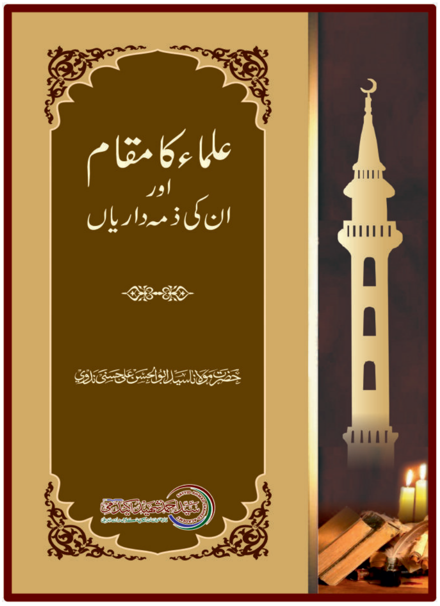

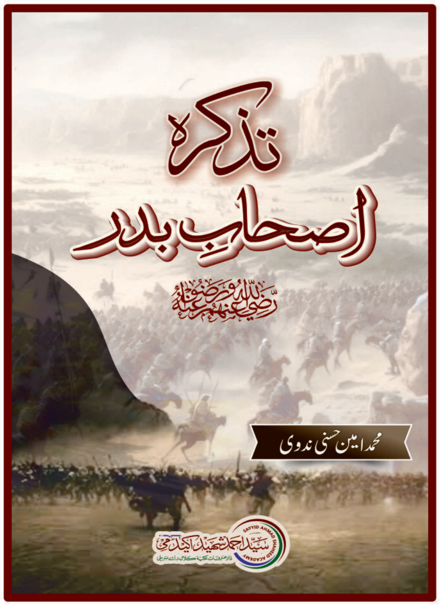

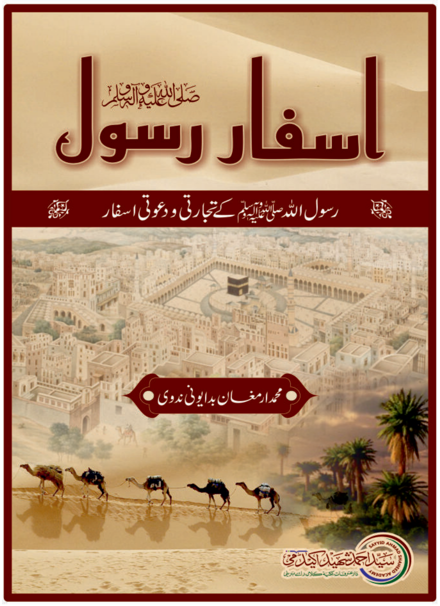

Editor: Bilal Abdul Hai Hasani Nadwi
MARKAZUL IMAM ABIL HASAN AL-NADWI
E-Mail: markazulimam@gmail.com - Dare Arafat, Takiya Kalan, Raebareli (U.P.) 229001 - Mobile: 9792646858
Printed & Published by: Mohammad Hasan Nadwi, On Behalf of Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi.
Printed at S.A. Offset Printers, masjid ke Peeche, Phatak Abdullah Khan, Sabzi Mandi, Station Road, Raebareli (U.P.)